اصلاحِ اخلاق



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

اِصلاحِ اَخلاق

شیخُ العرب والعجم عارف باللہ مُجدّدِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیمُ الاُمت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : اصلاحِ اخلاق

مؤلف : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۱۶ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۱۵ء

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

اچھے اخلاق ۶
ارشادِ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۷
بُرے اخلاق ۷
حصّہ اوّل ۷
اچھے اخلاق کی تعریف اور ان کے حصول کا طریقہ ۷
توبہ اور اس کا طریقہ ۷
خوف اور اس کا طریقہ ۸
اللہ تعالیٰ سے امید وارِ رحمت رہنا اور اس کا طریقہ ۸
حیا اور اس کا طریقہ ۹
شکر اور اس کا طریقہ ۹
وفا یعنی عہد کو پورا کرنا ۱۰
صبر ۱۰
اخلاص یعنی سچی نیت کرنا ۱۲
مراقبہ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا ۱۳
قرآن پاک میں دل لگانے کا طریقہ ۱۳
نماز میں دل لگانے کا طریقہ ۱۳
اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ ۱۴
اللہ تعالیٰ کی محبت کس بندے کے ساتھ ہے؟ ۱۶
بڑوں کا ادب ۱۷
چھوٹوں پر شفقت ۱۸
حکایت نمبر ا ۱۸
حکایت نمبر ۲ .... ۱۹
تسلیم و رضا اور تفویض و دعا ۲۰
تفویض اور دعا کا اجتماع ۲۱
توکّل یعنی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ۲۲
توکّل کے بارے میں غلط فہمی ۲۲
حصّہ دوم ۲۳
بُرے اخلاق اور ان کا علاج ۲۳
اپنے کو بڑا سمجھنے کی بیماری کا علاج ۲۳
تکبر اور عُجب کا علاج ۲۴
عُجب پر اشکال اور جواب ۲۶

سالکین کی تباہی ۲۷
تکبر کا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرمودہ علاج ۲۷
فرق درمیان ریا و عُجب و تکبر ۲۸
خجلت اور تکبر کا فرق ۲۸
تواضع میں تکبر ۲۹
حسد کی بیماری اور اس کا علاج ۲۹
حسد کا علاج ۲۹
کینہ اور اس کا علاج ۳۰
حرص اور دنیا کی محبت کا علاج ۳۰
بے جا غصّہ اور اس کا علاج ۳۱
غصّہ نہ روکنے کا ایک عبرتناک واقعہ ۳۲
حکایت نمبر ۱ .... ۳۳
حکایت ۲ .... ۳۳
حکایت نمبر ۳ .... ۳۳
غصّے کے علاج کا بہترین مؤثر مراقبہ ۳۳
بد نگاہی، سینے کی خیانت اور حسن پرستی ۳۴
بد نگاہی اور حسن پرستی کا علاج ۳۵
بچوں کی اصلاح ۳۵
بالغین کی اصلاح ۳۶
بدگمانی کی بیماری اور اس کا علاج ۳۹
زبان کی بیس آفتوں کا بیان ۴۰
علاج ۴۱
حکایت ۴۱
ریا یعنی دِکھاوا اور اس کا علاج ۴۱
علاجِ ریا ۴۲
دعا برائے حفاظتِ ریا و شرک ۴۲
غیبت کرنا ۴۳
کذب یعنی جھوٹ بولنا ۴۶
گالی بکنا ۴۶
خشک مزاجی اور روکھا پن ۴۶
لوگوں کی خطاؤں کو معاف نہ کرنا ۴۷
بولنا چھوڑنا ۴۷
وعدہ اور امانت ۴۷
شیخ سے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم ارشاد ۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اصلاحِ اخلاق

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوش خلقی (اچھے اخلاق) گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتی ہے جس طرح نمک کے پتھر کو پانی پگھلا دیتا ہے اور بد خلقی (بُرے اخلاق) عبادت کو اس طرح خراب کرتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کرتا ہے[۱] اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم سب میں میرا پیارا اور آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم سب میں سب سے زیادہ مجھے بُرا لگنے والا اور آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے دور رہنے والا شخص وہ ہے جس کے اخلاق بُرے ہیں۔[۲] اور فرمایا کہ جو نرمی سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔[۳]

اچھے اخلاق

توبہ، صبر، شکر، خوف، امید، دنیا سے بے رغبتی، حیا، خدا پر بھروسہ، اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ سے ملاقات کی تڑپ، عبادت میں صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت یعنی اخلاص، عبادت کو سنّت کے مطابق ادا کرنا جس کو صدق کہتے ہیں، یہ دھیان ہر وقت رکھنا کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں جس کو مراقبہ کہتے ہیں، ہر روز اپنے اعمال کا حساب خود کرنا کہ کیا کیا ہم سے نیک اعمال ہوئے اور کیا کیا بُرے اعمال ہوئے تفکر یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور کرنا اور معرفت و عظمت خدا تعالیٰ کی حاصل کرنا۔ (از تعلیم الدین)

وفائے عہد، تواضع، رحمت و شفقت، حق تعالیٰ کے فیصلوں پر یعنی قضاء الٰہی پر راضی رہنا، توکّل، حلم، تفویض، تسلیم، یقین۔ (از فروع الایمان)

---

۱ کنز العمال: ۳/۲/(۵۱۳۲)، کتاب الاخلاق، مؤسسة الرسالة/المعجم الكبير للطبرانی: ۳۱۹/۱۰(۱۰۷۷۷)، باب العين، احاديث محمد ابن كعب، مكتبة ابن تيمية

۲ شعب الايمان للبيهقی: ۴۴۶/۱(۶۲۲)، باب حسن الخلق، مكتبة الرشد

۳ سنن ابی داؤد: ۳۰۶/۲، باب فی الرفق، ایچ ایم سعید

صبر و شکر و قناعت و حلم و یقین
تفویض و توکّل و رضا و تسلیم

اس شعر کے اندر سب اخلاقِ حمیدہ جمع ہیں۔

ارشادِ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف ظاہری یا باطنی سامنے یا پیٹھ پیچھے نہ پہنچے۔ اور فرمایا کہ اگر تقویٰ کے کسی درجہ پر عمل سے کسی کی دل شکنی ہوتی ہو تو فتویٰ پر عمل کرنا چاہیے ایسے موقع پر تقویٰ کی حفاظت جائز نہیں، مثلاً اگر ہدیہ قبول کرنے میں اپنی ذلت ہو اور بھائی کی عزت ہو تو بھائی کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دو۔

(کمالات اشرفیہ، ص:۹۳ ملفوظ:۴۴۲)

بُرے اخلاق

عجب، تکبر، چغل خوری، کینہ، حسد، غصّہ، بدخواہی، بدگمانی، حب دنیا، فضول اور خلاف شرع کلام کی ہوس، غیبت، جھوٹ، بخل، ریا (از: تعلیم الدین و فروع الایمان)، شہوت، بدنگاہی، عشق مجازی۔ (از راقم) اور ارشاد فرمایا کہ عدمِ قصد ایذا کافی نہیں بلکہ قصدِ عدمِ ایذا ضروری ہے۔ اس شعر کے اندر سب بُرے اخلاق جمع ہیں۔

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت
بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

حصّہ اوّل

اچھے اخلاق کی تعریف اور ان کے حصول کا طریقہ

توبہ اور اس کا طریقہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ [۱] گناہ سے

[۱] شعب الایمان للبیہقی:۹/۲۶۰(۶۶۲۹)، باب معالجۃ فی کل ذنب بالتوبۃ، مکتبۃ الرشد

دل کا نادم اور شرمندہ ہو کر بے چین ہو جانا یہی توبہ ہے۔ مختصر یہ سمجھ لیجیے کہ جب کسی بڑے آدمی کا کچھ قصور ہو جاتا ہے تو کس طرح اس سے معذرت کرتے ہیں، ہاتھ جوڑتے ہیں، پاؤں پکڑتے ہیں، پاؤں پر ٹوپی ڈالتے ہیں، خوشامد کے الفاظ کہتے ہیں، رونے کا سامنہ بناتے ہیں، بھلا اللہ تعالیٰ کے سامنے جب توبہ کریں تو کم از کم ایسی حالت تو ضرور ہونی چاہیے۔ ایسی توبہ حسب وعدہ خداوندی ضرور قبول ہوتی ہے۔ توبہ کی توفیق کے لیے قرآن اور حدیث میں جو عذاب کے ذکر ہیں ان کو سوچا کرے، اس سے دل گناہ سے بے زار ہو گا۔ زبان سے توبہ کے ساتھ جو نماز روزہ قضا ہوں، اس کی قضا علماء سے دریافت کرکے شروع کردے۔ بندوں کا حق یا وارثوں کو ترکہ نہ دیا تو ان کو ادا کرے۔ اگر مجبور ہو یعنی ادائیگی کی استعداد نہ ہو تو معاف کرائے۔

خوف اور اس کا طریقہ

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایمان والے کا دل بے خوف نہیں ہوتا اور اس کے خوف کو کسی طرح سکون نہیں ہوتا۔[۵] خوف پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال اور اقوال اور ظاہر اور باطن کے تمام بھیدوں کو جانتے ہیں اور مجھ سے قیامت کے دن حساب لیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے امیدوارِ رحمت رہنا اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید وہ لوگ ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔[۶]

اس سے معلوم ہوا کہ رحمت کا امیدوار رہنا ایمان کا جزء ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوب فرماں برداری اور عبادت کرے اور نافرمانیوں سے خوب ہمت کرکے بچے اور یہ طبعی بات ہے کہ آدمی جس کی اطاعت کرتا ہے اس سے امیدیں رکھتا ہے اور جس کی نافرمانی کرتا ہے اس سے دل کو وحشت اور نااُمیدی سی ہو جاتی ہے اور توبہ کرتے وقت اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی غیر محدود وسعت پر نظر رکھے اور یقین رکھے کہ میری توبہ ضرور قبول ہو جائے گی۔ جب تھوڑی سی بارود سے پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، تو حق تعالیٰ کی

---

۵ کنزالعمال: ۱/۱۶۳(۸۱۶)، باب فی تعریف الایمان والاسلام، مؤسسة الرسالة

۶ یوسف: ۸۷

رحمت میں کتنی طاقت ہوگی جس سے کہ گناہوں کے پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے۔ مگر رحمت کے سہارے پر بے خوف ہو کر گناہوں کا عادی بن جانا سخت دھوکا اور خطرناک ہے۔ کیا مرہم کی ڈبیہ جو جلنے میں سو فیصد مفید ہو، اس کے سہارے پر کوئی آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے؟

حیا اور اس کا طریقہ

شرم بہت اچھی صفت ہے۔ اگر مخلوق سے ہو تو ایسی حرکت نہ کرے گا جس کو مخلوق ناپسند کرتی ہو اور اگر خالق سے حیا پیدا ہو جائے، تو ان کاموں سے بچے گا جو خالق کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں گے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی وقت تنہائی کا مقرر کر کے بیٹھ جائے اور اپنی نافرمانیوں کو اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرے۔ چند روز میں حیا قلب میں آنے لگے گی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے شرم محسوس ہوگی۔

تصدق اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھ کو انشاء

اِدھر سے ایسے گناہ پیہم اُدھر سے وہ دمبدم عنایت

جب یہ شرم غالب ہوگی ہرگز نافرمانی نہیں ہوسکتی۔

شکر اور اس کا طریقہ

شکر کی دو قسمیں ہیں: ۱) خالق کا شکر کرنا۔ ۲) جس مخلوق کے واسطے سے نعمت عطا ہو اس کا شکر ادا کرنا۔

فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے لوگوں کی ناشکری کی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا۔[۷]

اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ، استاد، شیخ اور تمام احسان کرنے والوں کا شکر گزار ہونا اور ان کا ادب کرنا حق تعالیٰ کی شکر گزاری کا جزء ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص سے کوئی چیز ملی، تو اگر ہدیہ کے بدلہ میں ہدیہ دینے کی وسعت ہو تو عوض دے اور اگر میسر نہ ہو تو دینے والے کی تعریف کرے، اس طرح اس کا شکر ادا ہو جائے گا اور اگر اس کو پوشیدہ رکھا تو اس نے ناشکری کی۔[۸] شکر کی حقیقت نعمت کی قدر کرنی ہے اور جب نعمت کی قدر کرے گا تو نعمت

۷؎ جامع الترمذی:۲/۱۷، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیك، ایچ ایم سعید

۸؎ جامع الترمذی:۲/۲۲، باب ماجاء فی الثناء بالمعروف، ایچ ایم سعید

دینے والے کی بھی قدر کرے گا۔ اسی طرح خالق اور مخلوق دونوں کا شکر ادا کرے گا اور شکرِ زبانی سے زیادہ اہم شکرِ عملی ہے یعنی اپنے اوپر احسان کرنے والے مالکِ حقیقی کی نافرمانی نہ کرے گا اور فرماں برداری کی پوری کوشش کرے گا۔ اسی طرح ماں باپ اور استاد اور پیر کے حقوق بجالائے گا۔ شکرِ نعمت سے نعمت میں ترقی کا وعدہ قرآن پاک میں ہے۔ مگر شکر کی تکمیل اعمالِ صالحہ اور گناہوں سے حفاظت پر منحصر ہے اور توبہ و استغفار سے تلافی بھی اس میں شامل ہے۔

حق تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہونا اور اس محبت سے یہ شوق پیدا ہونا کہ جب وہ ہم کو ایسی ایسی نعمتیں دیتے ہیں تو ان کی خوب عبادت کرو، ایسی نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑے شرم کی بات ہے، یہ شکر کا خلاصہ ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو خوب سوچا کرے اور یاد کیا کرے، ہر روز اس کے لیے چند منٹ مقرر کرلے تاکہ ناغہ نہ ہو، اس کا نام مراقبۂ انعاماتِ الٰہیہ ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں، اگر کوئی مصیبت آجائے تو اس کو بھی اپنے لیے مفید سمجھے اور نعمت سمجھے۔

وفا یعنی عہد کو پورا کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا[۹] یعنی قیامت کے دن سوال ہو گا کہ پورا کیا تھا یا نہیں؟ عہد کا پورا نہ کرنا علامت نفاق کی ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ البتہ خلافِ شریعت اگر وعدہ کیا ہے، تو اس کو پورا کرنا درست نہیں ہے۔

صبر

حدیث شریف میں وارد ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔[۱۰] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔[۱۱]

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ ایک دین پر ابھارتی ہے، دوسری خواہشِ نفسانی کو ابھارتی ہے۔ پہلی قوت کو دوسری قوت پر غالب کر دینے کا نام صبر ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ

---

۹ بنی اسرآءیل: ۳۴

۱۰ شعب الایمان للبیہقی: ۵۰/۱ (۴۷)، باب القول فی زیادۃ الایمان ونقصانہ، مکتبۃ الرشد

۱۱ البقرۃ: ۱۵۳

خواہشاتِ نفسانیہ کے تقاضوں پر عمل نہ کرے اور ذکر اللہ، صحبتِ اہل اللہ، موت و قبر و دوزخ کے مراقبہ سے صبر کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نفس کو دین کی بات پر پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کام نہ ہونے دینا اس کو صبر کہتے ہیں۔ اگر مال دار ہے تو ایسے دولت والوں کے لیے صبر یہ ہے کہ دماغ خراب نہ ہو، خدا تعالیٰ کو نہ بھول جائے، موت اور قبر کی بے کسی کا دھیان رکھے، غریبوں کو حقیر نہ سمجھے، ان کے ساتھ نرمی اور احسان کرے۔

دوسرا موقع صبر کا یہ ہے کہ عبادت کے وقت سستی نہ آنے دے، خواہ نماز ہو یا زکوٰۃ دینا ہو۔ ایسے موقع پر صبر تین طرح کا ضروری ہے۔ عبادت سے پہلے نیت درست کرے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کرتا ہوں، نفس کی کوئی غرض شامل نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ عبادت کے وقت کم ہمتی نہ کرے، خوب ہمت سے دل لگا کر سنت کے مطابق عبادت کرے اور دل کو بھی حاضر رکھنے کا اہتمام کرے۔ تیسرے یہ کہ عبادت کے بعد کسی کے سامنے اپنی عبادت کو کہتا نہ پھرے۔

تیسرا موقع صبر کا گناہ کے تقاضے کے وقت کا ہے، اس وقت صبر یہ ہے کہ نفس کو گناہ سے روکے۔ چوتھا موقع صبر کا یہ ہے کہ جب کوئی مخلوق تکلیف دے، بُرا بھلا کہے، تو اس وقت کا صبر یہ ہے کہ بدلہ نہ لے، خاموش رہے اور یہ خیال کرے کہ ہم آج اس کی خطا معاف کر دیں گے تو کل حق تعالیٰ ہماری خطا معاف کر دیں گے۔ پانچواں موقع صبر کا یہ ہے کہ مصیبت اور بیماری اور مال کے نقصان یا کسی عزیز قریب کے مر جانے کے وقت صبر کرے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ زبان سے خلافِ شرع کلمہ نہ کہے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے کہ ایسا مجھ پر ظلم کیوں کیا، یا اتنی جلدی ہمارے عزیز کو کیوں موت دے دی؟ اور نہ بیان کر کے روئے۔ البتہ طبعی غم سے رونا اور آنسو بہانا اور اس صدمہ کا اپنے خاص احباب سے اس نیت سے اظہار کرنا کہ اس سے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے جائز ہے، کیوں کہ بعض وقت بالکل صبر اور خاموشی سے دل کو بیماری لگ جاتی ہے۔ ایسے موقع پر ان کے ثواب کو یاد کرے اور یہ سوچے کہ یہ سب ہمارے فائدے کے لیے ہے اور یہ سوچے کہ بے صبری سے تقدیر تو ٹلتی نہیں ناحق ثواب بھی کیوں کھویا جائے۔

جب پریشانی پہ مل جاتا ہے اجر
پھر پریشانی پریشانی کہاں
کام ہوتا نہیں ہے کوئی مشیت کے بغیر
اور مشیت نہیں ہوتی کوئی حکمت کے بغیر

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے

اخلاص یعنی سچی نیت کرنا

دین کا جو کام کرے اس میں رضائے الٰہی کی نیت کرے، دنیا کا کوئی مطلب نہ ہو، نہ دکھلاوا ہو کہ لوگ بزرگ سمجھیں وغیرہ۔ اسی طرح مثلاً پیٹ میں درد ہو اور بھوک نہ ہو، تو روزہ رکھ لیا کہ معدہ صحیح اور ہلکا ہو جائے گا۔ اسی طرح گرمی لگ رہی ہے اس نیت سے تازہ وضو کیا کہ ٹھنڈک حاصل ہو یا کسی سائل کو اس نیت سے دیا کہ یہ بَلا ٹل جائے۔ یہ سب باتیں سچی نیت کے خلاف ہیں۔ جب کوئی عبادت کرے تو دل کو ہر اس غرض سے خوب صاف کرلے جو رضائے حق کے علاوہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو دکھلانے کے لیے عمل کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب دکھلائیں گے [۱۲] اور ارشاد فرمایا کہ تھوڑا سا دکھلاوا (ریا) بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ [۱۳] ریا کے خوف سے اچھے عمل کو ترک کرنا بھی ریا ہے۔

شیطان اکثر ریا کے خوف سے اچھے اچھے اعمال کرنے سے روکتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ نیک کام کروگے تو دِکھاوا ہو جائے گا، تو معلوم ہونا چاہیے کہ ریا کے خوف سے نیک عمل کا ترک کرنا خود ریا ہے یعنی جس طرح مخلوق کے لیے کوئی کام کرنا ریا ہے، اسی طرح مخلوق کے جان لینے یا دیکھ لینے کے خوف سے نیک عمل کو ترک کرنا بھی ریا ہے۔ پس شیطان کو یہ جواب دے کہ جب ہمارا ارادہ مخلوق کو دکھانے کا نہیں ہے تو پھر ریا یعنی دکھاوا کیسے ہو گا؟ ہم تو ریا کو بُرا سمجھتے ہیں اور فوراً اعمالِ صالحہ میں لگ جائے خواہ کوئی دوست یا رشتہ دار سامنے ہو، وسوسہ کا کچھ خیال نہ کرے، ریا کے خیال اور وسوسے سے ریا نہیں ہوتا جب تک دکھانے کا ارادہ نہ کرے۔ اس طرح جب آپ وسوسوں اور خیالات کی پروا نہ کرتے ہوئے اچھے عمل کریں گے، تو شیطان عاجز ہو کر خود دفع ہو جائے گا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی، کوئی اوّل ریا سے کام کرتا ہے پھر ریا سے عادت ہو جاتی

---

۱۲ صحیح البخاری: ۲/۹۶۲ (۶۵۳۸)، باب الریاء والسمعة، المکتبة المظهرية
۱۳ سنن ابن ماجه: ۲/۴۲۴ (۳۹۸۹)، باب ترجی له السلامة من الفتن، المکتبة الرحمانية

ہے پھر عادت عبادت اور اخلاص سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو شعر بنادیا ہے ؎

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت ہو گئی

خلاصہ یہ کہ جو ریا بلا ارادہ ہو اس کی پروانہ کرے اور اس کی وجہ سے عمل کو ترک نہ کرے۔

مراقبہ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا

دل سے ہر وقت دھیان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سب حالات کی خبر ہے، خواہ ظاہری حالت ہو یا دل کے خیالات اور ارادے ہوں۔ اگر بُرا کام کرے گا یا دل میں بُرا خیال لائے گا تو شاید اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں سزا دیں اور عبادت کے وقت یہ خیال جمائے کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کو دیکھ رہے ہیں، اس لیے اچھی طرح عبادت کرنی چاہیے۔ طریقہ اس مراقبہ کا یہی ہے کہ ہر روز وقت مقرر کرکے تھوڑی دیر یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے دل کو دیکھ رہے ہیں پھر ایک عرصے کے بعد چلتے پھرتے بھی یہی دھیان اور خیال جم جائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس مراقبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہو گا۔

قرآن پاک میں دل لگانے کا طریقہ

جب تلاوت کا ارادہ کرے تو یہ سوچ لیا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمایش کی ہے کہ ہمارا کلام سناؤ: دیکھیں کیسا پڑھتے ہو اور خیال کرے کہ کسی بڑے آدمی کے کہنے سے جب قرآن پاک سناتے ہیں تو کتنا عمدہ پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، تو پھر جب اللہ تعالیٰ یقیناً سن رہے ہیں تو کس قدر عمدہ تلاوت کرنی چاہیے۔ تلاوت کرتے کرتے دل میں اگر غفلت آجائے، تو پھر اسی خیال کو تازہ کرلیا جائے۔ ایک مدت مشق کرنے سے دل آسانی سے لگنے لگے گا۔

نماز میں دل لگانے کا طریقہ

جب نماز شروع کرے تو یہ خیال کرلے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ قیامت کا میدان ہے، حساب کتاب ہو رہا ہے، جنت و دوزخ سامنے ہے، بس اس خیال سے خوب دل لگے گا اور ایک طریقہ اس کا یہ بھی ہے کہ ہر لفظ کو ارادہ کر

کے پڑھے، جو لفظ منہ سے نکالے پہلے سوچ لے کہ اب یہ لفظ نکال رہا ہوں۔ تیسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ جو کچھ نماز میں پڑھا کرتے ہیں، اس کا ترجمہ یاد کرلیں اور ہر لفظ کو پڑھتے وقت اس کے مفہوم اور معنیٰ کی طرف دھیان اور خیال جمائیں، اس طرح بندہ کو یہ معلوم کرکے کہ میں اپنے مالک اور رب سے کیا عرض کر رہا ہوں، خوب لطف آتا ہے اور جب سجدہ کرے تو یہ تصور کرے کہ ہمارا سر حق تعالیٰ کے قدموں پر ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب مومن سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر رحمٰن کے قدموں پر ہوتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہی مبارک وہ سر ہے جو اپنے مالکِ حقیقی کے قدموں میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا لطف عاشقوں سے پوچھنا چاہیے۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی! جب سجدہ میں سر رکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا پیار کرلیا۔ سجدہ میں خاص قربِ اللہ والوں کو عطا ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگ در بھی ہے

اور ایک طریقہ نماز میں دل لگانے کا یہ ہے کہ ہر رکن میں یہ سوچے کہ اب مجھے اسی رکن میں رہنا ہے، مثلاً قیام میں سوچے کہ اب مجھے قیام ہی میں رہنا ہے، رکوع میں سوچے کہ اب رکوع ہی میں رہنا ہے، سجدے میں سوچے کہ اب مجھے سجدے ہی میں رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا بہت ہی آسان طریقہ یہ ہے کہ جب ایک آدمی کسی آدمی کے پاس ہر روز تھوڑی دیر کے لیے حاضری دیتا ہے، تو کچھ دن بعد دونوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک مدت تک ہر روز کی ملاقات کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اگر کبھی ناغہ ہو جائے تو دونوں ایک دوسرے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کا انتظار کرتے ہیں۔ اس مشاہدہ پر دلائل کی بھی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ہر روز اللہ تعالیٰ سے تھوڑی دیر کی ملاقات کرنا شروع کردے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا طریقہ یہ ہے کہ تسبیح لے کر تھوڑی دیر باوضو قبلہ رُو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلیا کرے۔ ذکر میں کلمہ شریف، درود شریف، تلاوت قرآن پاک، اللہ اللہ سب شامل ہے۔ یہی ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہے۔ وارد ہے:

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ [۱۴]

یہ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ذاکر بندے کا ہمنشین ہوتا ہوں، یعنی اس کے پاس ہوتا ہوں۔ پس ملاقات کی کیسی آسان صورت بندوں کے پاس ہے کہ جب چاہیں اپنے رب سے ملاقات کرلیں، ذکر شروع کیا اور ملاقات ہوئی، چلتے پھرتے اگر یہ نعرہ لگاتے رہیں یا آہستہ پڑھتے رہیں یَا حَلِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ تو اللہ تعالیٰ کے ان تینوں ناموں کی برکتوں اور ان کی خوبیوں کا ظہور اس بندے پر ہوگا۔ جب یَا حَلِیْمُ کہا تو گویا صفتِ حلم کو طلب کیا اور حلم قدرت رکھنے کے باوجود انتقام نہ لینے کو کہتے ہیں، تو وہ قادر مطلق بھی قدرت رکھتے ہوئے اس گناہ گار بندے سے انتقام نہ فرمائیں گے۔ پھر جب یَا کَرِیْمُ کہا تو گویا صفتِ کرم کو پکارا، پس اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے انتقام نہ لینے کے ساتھ انعام بھی عطا فرمائیں گے پھر جب یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ کہا تو اپنی غیر محدود اور وسیع قدرتِ مغفرت سے اس گناہ گار بندے کے محدود گناہوں کو معاف بھی فرمادیں گے، اگر چلتے پھرتے اور لیٹے بیٹھے ان کلمات کے ورد کی عادت ڈال لے تو بہت ہی انعاماتِ قرب سے مالا مال ہونے کی توقع ہے اور اس کی برکت سے یہ شخص بھی حلیم اور کریم اور دوسروں کی خطائیں معاف کرنے والا بن جائے گا، لہٰذا غصّہ سے مغلوب ہوجانے اور انتقام کے جذبات سے بے قابو ہونے نیز بخیل اور لوگوں کی خطاؤں کو نہ معاف کرنے والے روحانی مریضوں کے لیے ان کلمات کا کثرت سے ورد کیمیا اور اکسیر ہے۔ ایک بد خلق انسان ان کلمات کو اخلاص اور اصلاح کی نیت سے پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ خوش خلق بن جائے گا۔ دوسرا طریقہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے کہ یہ آسمان، یہ زمین، دریا، پہاڑ، درختوں، جانوروں اور پرندوں یعنی تمام کائنات کو حق تعالیٰ نے ہماری پرورش کے لیے پیدا فرمایا اور ہم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر ہر نعمت کو یاد کرکے شکر ادا کرے۔ یہ عقلی بات ہے کہ محسن سے طبعی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ تیسرا طریقہ جو دونوں طریقوں کی روح ہے اور نہایت ہی اکسیر ہے، وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی حق تعالیٰ کے عاشقوں کے پاس حاضری دیا کرے اور عقیدت و محبت سے ان کی باتیں سنا کرے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ والوں کے دل تقویٰ کی کانیں ہیں: پس جس طرح سونا سونے کی کان سے، چاندی چاندی کی کان سے، نمک کو نمک کی کان سے حاصل

[۱۴] شعب الایمان للبیہقی:۲/۱۷۱،باب محبة الله عزوجلّ(۶۷۰)،مکتبة الرشد

کرتے ہیں، اسی طرح تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے خزانے کو اللہ والوں کی صحبتوں سے حاصل کرنا چاہیے اور جس طرح نمک کی کان میں ایک گدھا گر کر مر گیا تو وہ بھی نمک بن گیا تھا، اسی طرح ان کی صحبت میں اگر اپنی رائے فنا کر کے اپنے جاہ و مرتبہ کو مٹا کر کچھ دن رہ لیجیے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ بھی اللہ والے بن جائیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم پتھر ہو تو نا امید نہ ہو، اہلِ دل کے پاس جانے سے موتی بن جاؤ گے۔ یہ تینوں باتیں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ارشاد فرمائی ہوئی ہیں، جن کو احقر نے تشریح کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ احقر کو بھی اور ناظرین کرام کو بھی اپنی محبت کی دولت سے نوازش فرمائیں، آمین۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کس بندے کے ساتھ ہے؟

سید الاولیاء حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں: ۱) اس کے عیوب اس کو دکھا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہوتے ہیں۔ ۲) اور اس کے دل میں تمام مخلوق کی محبت اور شفقت پیدا کر دیتے ہیں۔ ۳) اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی کر دیتے ہیں۔ ۴) اور اسے مہمان نوازی کا خاص شوق عطا فرماتے ہیں اور یہ وہ عبادت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل نبوت بھی کیا کرتے تھے۔ ۵) اور اس کے نفس میں بلند ہمتی اور چشم پوشی پیدا کر دیتے ہیں اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق اس قدر دیتے ہیں کہ اپنے کو سب سے کم دیکھنے لگتا ہے اور کسی قابل اپنے کو نہیں سمجھتا۔ ۶) اور اس ذلّت و مسکنت اور عاجزی کی راہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس کے خزانے میں بڑائی کی کمی نہیں ہے، لیکن عاجزی اس کے خزانے میں نہیں ہے، کیوں کہ یہ صفت بندہ کی ہے خدا اس سے پاک ہے۔ پس بندہ کی اس صفت کو حق تعالیٰ محبوب سمجھتے ہیں۔ ۷) مخلوق میں بڑا بننے اور افضل سمجھنے کی خواہش اس کے قلب سے نکال دیتے ہیں۔ ۸) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب سے پیش آتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ مخلوقِ الٰہی کا ادب کرتا ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ کی مخلوق دربارِ خداوندی کی دہلیزیں ہیں اور دروازے ہیں، اگر تم کو مخلوقِ الٰہی کے ادب کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو جانے کے دروازے بھی تمہارے واسطے کھلے رکھے ہیں اور اگر تم مخلوق کے ساتھ جھگڑتے رہو گے تو مخلوق میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کے قرب

سے محروم رہو گے۔ مخلوق کا ادب یہ ہے کہ لوگوں کا دل ہاتھ میں لو، ان کی دلداری کرو۔ اس لیے جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص قرب اور معرفت کا سچا ذوق عطا فرمایا، وہ دلوں کے جوڑنے ہی میں لگے رہے۔ انہوں نے لوگوں کے پیروں تلے راستوں میں اپنے رخسار بچھا دیے اور اس تواضع اور خاکساری کی بدولت ان کی روحیں مقبولیت کے درباروں میں باطنی بازوؤں سے اڑنے لگیں، پس انہوں نے مخلوق کے ذریعہ حق تعالیٰ کو پہچان لیا۔ حدیث قدسی میں ہے: میں ان کے پاس ہوں جن کے دل میری عظمت و کبریائی اور جلال سے ٹوٹے ہوئے ہیں اور میری وجہ سے انکسار و خاکساری اختیار کرتے ہیں۔[١٥] یہ حدیث صاف بتارہی ہے کہ مخلوق کے سامنے تواضع اور خاکساری اختیار کرو، مگر اس کا منشاء دنیا کی کوئی غرض نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے لیے ہو۔

مگر اس درجہ اپنے نفس کا مٹانا آسان نہیں، ورنہ آج ہر شخص دنیا میں ولی اللہ ہو جاتا۔ یہ نعمت تو کسی بزرگ اللہ کے عاشق کی صحبت سے ملتی ہے مگر مفت نہیں، مجاہدات جھیلنے پڑتے ہیں ؎

مے یہ ملی نہیں ہے یوں قلب و جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں

اور اگر یہ نعمت مفت مل جاتی تو قدر بھی نہ ہوتی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ سفر جس قدر دشوار ہوتا ہے منزل پر پہنچ کر اسی قدر راحت اور لذّت محسوس ہوتی ہے ؎

لیک شیرینی و لذاتِ مقر
ہست بر اندازۂ رنجِ سفر

بڑوں کا ادب

ماں باپ، استاد اور اپنے بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت اور علمائے کرام کا ادب بھی سعادت مندی کی علامت ہے۔ سعادت کی تعریف کیا ہے؟ سعادت توفیقِ خیر کا نام ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ جو اپنے بڑوں کے ساتھ بد تمیزی اور بے ادبی کرتا ہے، تو یہ درحقیقت اپنے چھوٹوں کو اپنے ساتھ بد تمیزی اور بے ادبی کے عذاب کو دعوت دے رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

١٥ کشف الخفاء للعجلونی، ٢/٣٨٨(٢٨٣٦)، مکتبة العلم الحدیث / التشرف بمعرفة احادیث التصوف: ١٦٣، مطبوعة المکتبة المظهریة

ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں کی عورتوں سے عفیف رہو، تمہاری عورتیں عفیف رہیں گی اور تم اپنے باپ دادا کا ادب کرو، تمہاری اولاد تمہارا ادب کرے گی اور اگر تم سے کوئی اپنی خطا کی معافی مانگے تو معاف کر دو اور جو معاف نہ کرے گا وہ ہمارے حوضِ کوثر سے میدانِ محشر میں محروم رہے گا،[۱۶] بالخصوص ماں باپ کو تو اُف کہنا بھی حرام ہے۔ اگر کسی نافرمان کے ماں باپ مر گئے ہوں تو ان کو کثرت سے ثواب بخشے، امید ہے کہ یہ شخص فرماں برداروں میں لکھ دیا جائے گا۔

چھوٹوں پر شفقت

اپنے کمزوروں اور بیوی بچوں پر شفقت اور رحم کرنا دل کی نرمی کی اور سعادت کی علامت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے سب سے اچھے اخلاق والا وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھے اخلاق رکھتا ہو۔[۱۷] جو شخص دوست احباب کو تو خوش رکھتا ہو، مگر گھر میں آکر سب کو تنگ کرتا ہو اور ذرا ذرا سی بات پر غیظ وغضب میں آکر بیوی بچوں کو رُلاتا ہو اس کے اخلاق کو کیسے اچھا کہا جا سکتا ہے؟ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور بھلائی سے رہنے کا حکم قرآن پاک میں نازل فرمایا ہے: **وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ**[۱۸] دو واقعے لکھتا ہوں جو نصیحت کے لیے کافی ہیں۔

حکایت نمبر ۱

ایک صاحب اپنی بیوی کو بات بات میں ڈانٹتے تھے اور دن رات دوستوں میں دل بہلاتے تھے۔ بیوی تنہائی میں دن بھر ان کا انتظار کرتی تھی۔ بعض شوہر کس قدر ظالم ہوتے ہیں کہ جو بیوی اپنے ماں باپ اور تمام خاندان کو چھوڑ کر شوہر کے پاس آئی ہو، شوہر اسے چھوڑ کر غیروں سے دل بہلاتا پھرے اور رات میں کھانا کھا کر سو جائے، آخر یہ عورت کس سے دل بہلائے جو شریعت کے حکم سے اپنے شوہر کے گھر میں قید ہے؟ بہر حال! ایک وقت شوہر پر ایسا آیا کہ ان کو ہیضہ ہو گیا، بار بار قے و دست آتے، یہاں تک کہ چار پائی سے لگ گئے، حتیٰ کہ چار پائی ہی پر

---

[۱۶] المستدرك على الصحيحين: ۱۷۰/۴، (۷۲۵۸)، كتاب البر والصلة، دار الكتب العلمية، بيروت

[۱۷] مشكوة المصابيح: ۲۸۲، باب عشرة النساء... المكتبة القديمية

[۱۸] النسآء: ۱۹

پیشاب پاخانہ ہونے لگا۔ اس وقت وہی بیوی پاخانہ کرا کے استنجا کراتی تھی، اس وقت دنیا کا کوئی رشتہ کام نہ آیا، کوئی دوست کام نہ آیا اور شرعاً شوہر کے پاخانہ وپیشاب کے مقام کو سوائے بیوی کے کوئی طہارت نہیں کرا سکتا۔ یہ خدمت صرف بیوی ہی انجام دے سکتی ہے۔ ماں بچپن میں تو یہ کام کرتی ہے، لیکن بڑے ہونے کے بعد اس کو بھی یہ خدمت کرنا جائز نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دنیا میں بیوی ہی ایسی نعمت ہے جو اس مصیبت کے وقت کام آتی ہے۔ جب شوہر کو صحت ہوگئی تو بیوی کو بلایا، رونے لگا اور کہا: ہم کو معاف کر دو، ہم نے تمہاری بہت بے قدری کی، اس بیماری سے میری آنکھیں حق تعالیٰ نے کھول دیں، میں اندھا تھا اب آنکھیں ملیں۔ آج سے تمہاری خوب قدر کروں گا۔

حکایت نمبر ۲

ایک صاحب اپنی بیوی کے ساتھ بہت لاپروائی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے اور صرف ضابطہ کا تعلق رکھتے تھے، محبت اور رابطہ کے تعلق کو جانتے بھی نہ تھے، ذرا سی غلطی پر مار پیٹ اور سخت کلامی کرتے تھے۔ مزاج سوداوی تھا۔ خشک مزاجی سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائیں۔ اہلِ محبت ہونا بڑی سعادت اور نعمت ہے۔ بہر حال جب شوہر صاحب کی بیٹی کی شادی ہوگئی اور داماد نے بیٹی کی پٹائی لگائی، تو تعویذ لینے دوڑے اور لگے رونے کہ ہائے! میرے جگر کے ٹکڑے پر ایسا ظلم ہو رہا ہے، اس کے دکھ درد سے داماد بے پرواہ ہے، میری بیٹی پر کیا گزرتی ہوگی؟ مولوی صاحب نے جو اُن کے پرانے دوست بھی تھے کہا کہ جب آپ اپنی بیوی کی پٹائی لگاتے تھے اور تنہا رات کو چھوڑ کر بھاگتے تھے اور اس کے دکھ درد، دوا دلجوئی اور اس سے بات چیت کر کے دل بہلانے کے بجائے دوستوں میں پڑے رہتے تھے، تو اگر آپ ناراض نہ ہوں تو صاف ہی کہہ دوں کہ وہ غریب یعنی آپ کی بیوی بھی کسی کے جگر کا ٹکڑا، کسی کی بیٹی تھی۔ کاش! اس وقت آپ کو یہ بات سمجھ میں آجاتی، لیکن اب آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔ یہ سننا تھا کہ وہ صاحب رونے لگے اور کہنے لگے واقعی! مجھ سے بیوی کے ساتھ بے حد ظلم ہوا۔ اس کے بعد سیدھے گھر گئے اور اپنی بیوی سے معذرت کی اور پھر تمام زندگی نہایت ہمدردی، محبت اور رابطہ کے حقوق سے رہنے لگے اور بیوی کے ہر غم کو اپنا غم سمجھنے لگے اور میاں بیوی کے حقوق اور حسنِ معاشرت کے آداب کی رعایت کی توفیق ہوگئی۔

تسلیم ورضا اور تفویض ودعا

جو بات دنیا میں اپنی مرضی کے ناموافق پیش ہو، تو اس پر بعض وقت حد سے زیادہ غم اور گھٹن سے صحت کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور پھر دین کے کاموں میں بھی خلل اور کوتاہی ہونے لگتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہم کو تقدیر پر راضی رہنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سوچے کہ یہ بات ہماری مرضی کے تو خلاف ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر تو پتّہ بھی نہیں ہلتا، چناں چہ یہ معاملہ خدا کی مرضی سے ہے اور مولیٰ کی مرضی ہماری مرضی سے بہتر ہے اور اس میں یقیناً ہمارا نفع ہے کیوں کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اپنی رحمتِ خاص کو ماں، باپ کی رحمت سے ننانوے گنا زیادہ کیا ہوا ہے۔ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں ان سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے؟ فرمایا اس کے مزاج کا کیا پوچھنا جس کی مرضی سے سارے جہاں میں کام ہو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ کیسے؟ فرمایا کہ دنیا میں ہر کام حق تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے اور میں نے اپنی مرضی کو حق تعالیٰ کی مرضی میں فنا کر دیا ہے بس جو ہمارے مولیٰ کی مرضی ہے وہی ہماری بھی مرضی ہے، اس لیے ہر کام ہماری مرضی سے ہو رہا ہے اور اس وجہ سے میں ہر حال میں خوش رہتا ہوں۔ حق تعالیٰ کی اس تعلیم سے بندہ ہر حال میں خوش رہتا ہے یعنی تھوڑا بہت رنج و غم تو ہو جائے گا، مگر بہت زیادہ تکلیف جو ناقابلِ برداشت ہو نہ ہوگی اور وہ تھوڑا غم اس بندے کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا لطف بڑھا دے گا اور قربِ خاص کا ذریعہ ہوگا اور آخرت سے غفلت نہ ہوگی اور دنیا کی محبت سے حفاظت رہے گی۔ یہی وہ تعلیم ہے جس سے اللہ والوں کے دن ورات بڑے چین سے گزرتے ہیں۔ دنیادار تو معمولی پریشانی میں بھی بدحواس اور گھٹنے لگتا ہے اور اللہ والے غم کے پہاڑوں کو بھی مچھر کے پر کی طرح تسلیم ورضا کی منجنیق میں رکھ کر اُڑا دیتے ہیں۔ رضا بالقضا کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے خیر مانگتے رہنا اور راضی رہنا اس کے حکم پر جو جاری کر دیا گیا ہے۔ آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ خیر مانگنا بند کر دے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناخوش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ناموافق حالات میں طبیعت اور دل کو رنج و غم بھی نہ ہو۔ پھوڑے والا مریض جب آپریشن کراتا ہے تو تکلیف کے باوجود ڈاکٹر سے خوش رہتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں روتے روتے کیا حال ہوا تھا؟ لیکن دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی تھے اور اپنا غم

اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اسی لذّتِ تسلیم کو بیان فرماتے ہیں ؎

سوگ میں یہ کس کی شرکت ہوگئی
بزمِ ماتم بزمِ عشرت ہوگئی

مگر یہ نعمت یعنی حق تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہنا جب ہی نصیب ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور آخرت پر یقین ہو اور یہ یقین و محبت اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صحبت ہی سے ہاتھ لگتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا جب انتقال ہوا تو فرمایا: اے بیٹے ابراہیم! بے شک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے، مگر زبان سے ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا مالک راضی ہو اور بے شک ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔[۱۹] ایک صحابی نے جب تعجب سے عرض کیا کہ آپ بھی روتے ہیں؟ تو فرمایا اے ابنِ عوف! یہ تو رحمت ہے (یعنی یہ رونا رحمت کے سبب سے ہے۔) حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت گنگوہی کو بڑا غم ہوا۔ فرمایا کہ اگر ایک دولت نہ ہوتی تو اس غم سے چارپائی سے لگ جاتا۔ لوگوں نے دریافت کیا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ تعلق مع اللہ کی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمائیں، آمین۔

تفویض اور دعا کا اجتماع

بعض بزرگوں نے غلبۂ حال کے سبب دعا مانگنا بھی ترک کر دیا اور دعا مانگنا تسلیم اور تفویض کے خلاف سمجھا، مگر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مغلوب الحال معذور ہوتا ہے، قابلِ تقلید نہیں ہوتا، قابلِ تقلید محقق اور غالب الحال ہوتا ہے، چناں چہ فرمایا کہ تسلیم اور تفویض کے ساتھ دعا مانگنا عینِ سنّت ہے اور ان کو اس طرح جمع کیا جائے کہ دعا تو عافیت کی مانگتا رہے، مگر دل سے یہ ارادہ ہو کہ اگر دعا قبول نہ ہوئی تو بھی میں راضی رہوں گا۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مومن ہر حال میں کامیاب رہتا ہے، چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی۔ یعنی موافق حالت میں شکر سے اور ناموافق حالت پر صبر سے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا رہتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی کے کیا خوب اشعار ہیں ؎

---

۱۹ سنن ابی داؤد: ۹۰/۲، باب فی البکاء علی المیت، ایچ ایم سعید

بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیفِ مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں، اس حال کو اکمل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اُس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اُس راہ کو اسہل دیکھا ہے

توکّل یعنی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی پر توکّل کریں۔[20] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امّت میں سے ستر ہزار افراد بدونِ حساب کتاب بہشت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔[21] بعض روایات میں ہے کہ اور دوا بھی نہیں کرتے۔[22] پس دوا کرنا بھی سنت ہے اور دوا نہ کرنا بھی سنت ہے۔ ہر شخص کے لیے (ضعیف اور قوی کے لیے) سہولت کی راہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو جھاڑ پھونک ناجائز ہے وہ نہیں کرتے اور بعض نے کہا ہے کہ افضل یہی ہے کہ جھاڑ پھونک بالکل نہ کرے اور بدشگونی یہ ہے کہ مثلاً کسی کے چھینکنے یا کسی جانور کے سامنے نکلنے کو منحوس جانے اور وسوسوں میں مبتلا ہو جائے، البتہ نیک فال لینا جائز ہے۔

توکّل کے بارے میں غلط فہمی

آج کل توکّل کے معنیٰ لوگوں نے یہ مشہور کر رکھے ہیں کہ سب تدابیر اور اسباب چھوڑ کر بیٹھ جاؤ۔ یہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ شریعت نے جس توکّل کی تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ تدابیر اور اسباب جائز طرح پر اختیار کرے پھر بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کرے۔ تدابیر اور اسباب بھیک کے پیالے ہیں، دیتا تو خدا ہی ہے۔ یعنی اسباب میں کامیابی حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ جو لوگ توکّل کے معنیٰ ترکِ تدبیر سمجھتے ہیں، کیا وہ کھانے کے لیے منہ نہیں کھولتے اور پھر کیا کھانا چبا کر نگلتے نہیں ہیں؟ یہ بھی تو غذا معدہ تک پہنچنے کی تدابیر ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ توکّل کا

[20] الطلاق:۳
[21] صحیح مسلم:۱/۱۱۶،باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین،ایچ ایم سعید
[22] کنز العمال:۳/۱۰۰(۵۶۸۲)،کتاب الاخلاق،مؤسسۃ الرسالۃ

مفہوم ہی نہیں ہے۔ اسی طرح روزی میں تاخیر سے طبعی تشویش بھی توکّل کے لیے مضر نہیں۔ حق تعالیٰ کے وعدۂ رزق پر اعتماد کے باوجود چوں کہ وقت اور مقدار متعین نہیں، اس لیے کب اور کتنی روزی ملے گی اس میں اگر طبعی پریشانی ہو تو یہ طبعی بات ہے، بلکہ اس سے یہ نفع ہوتا ہے کہ دعا کی خوب توفیق ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ پر عقلاً اعتماد اور بھروسہ بھی ہوتا ہے۔

حصّہ دوم

بُرے اخلاق اور ان کا علاج

اپنے کو بڑا سمجھنے کی بیماری کا علاج

یہ بیماری بہت ہی خطرناک ہے۔ شیطان کو اسی بیماری نے مردود کیا تھا، اس لیے اپنے اوپر تجربہ کیا ہوا نسخہ وہ انسانوں پر بہت اطمینان سے استعمال کرتا ہے اور گمراہ کرنے میں سو فیصد مفید پاتا ہے۔ یہ بیماری بیٹے کو باپ سے، شاگرد کو استاد سے، مرید کو پیر سے اور بندہ کو اللہ تعالیٰ سے لڑنے پر ابھارتی ہے۔ دنیا میں سب سے پہلا مردودِ بارگاہ یعنی شیطان اسی بیماری سے تباہ ہوا، اس لیے بزرگانِ دین اپنے احباب اور خدّام کو اس بیماری سے بچانے کی بہت زیادہ احتیاط کی تدبیریں کرتے ہیں۔ اس بیماری کے سبب آدمی اپنے کو علم یا عبادت یا دینداری یا دولت یا عزت یا عقل یا کسی اور بات میں دوسروں سے افضل اور بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے۔ ایسے آدمی سے لوگ دنیا میں بھی نفرت کرتے ہیں خواہ منہ کے سامنے خوف یا لالچ سے تعریف ہی کرتے ہوں۔ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا بلکہ نصیحت کرنے والوں سے لڑ جاتا ہے۔ حق بات کو کسی کے کہنے سے قبول نہیں کرتا۔ تکبر کی حقیقت حدیث شریف میں یہی وارد ہے کہ:۱) لوگوں کو حقیر سمجھے۔ ۲) اور حق بات کو قبول نہ کرے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۱) غَمْطُ النَّاسِ ۲) وَبَطَرُ الْحَقِّ [۲۳]

یہ دو علامات جس کے اندر ہوں اس کو اپنی بیماری کا علاج فوراً کرنا چاہیے، ورنہ تمام نیکیاں خاک میں مل جانے کا خطرہ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی

۲۳؎ صحیح مسلم:۱/۶۵ باب تحریم الکبر وبیانہ،ایچ ایم سعید

تکبر ہو گا اس کو جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی [۲۴] جنت میں داخلہ تو بہت دور کی بات ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور خاکساری اور عاجزی سے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں بلندی اور عزت بخشتا ہے، اگرچہ وہ اپنے آپ کو اپنے دل میں کمتر سمجھتا ہے اور جو تکبر اور بڑائی سے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے یہاں تک کہ متکبر شخص لوگوں میں کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اپنے دل میں یہ اپنے کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔ [۲۵] اس روایت کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”خطبات الاحکام“ میں نقل فرمایا ہے۔ اور اگر کسی کو حقیر نہ سمجھے صرف اپنے کو اچھا سمجھتا ہے، اپنے کمالات اور اچھے حالات کو عطائے خداوندی سمجھنے کے بجائے اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے اور اپنی ہر نعمت علم و تقویٰ، استقامت، ریاضت و عبادت، حسن و جمال، دولت و عزت و اخلاقِ حسنہ کے سلب ہونے اور زوال اور تغیر کا خوف نہیں رکھتا تو اس کا نام عجب ہے۔ شریعت میں تکبر اور عجب دونوں حرام ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ”کمالاتِ اشرفیہ“ میں ایک ملفوظ درج ہے کہ جب بندہ اپنی نظر میں بُرا اور حقیر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں اچھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُرا ہوتا ہے۔

تکبر اور عُجب کا علاج

تکبر کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو یاد کرے اور اپنے خاتمہ کو سوچے کہ نہ جانے کس طرح خاتمہ لکھا ہوا ہے اور ممکن ہے کہ ہمارا کوئی کام اللہ تعالیٰ کو ایسا ناپسند ہو گیا ہو کہ سب نیکیوں پر پانی پھر جاوے اور جس کو ہم حقیر سمجھتے ہیں، ممکن ہے کہ اس کا کوئی عمل زندگی بھر میں ایسا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا ہو کہ اس کی برکت سے اس کی تمام خطائیں معاف ہو جاویں اور بزرگوں نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ اس سے اس بیماری کے علاج میں بڑی مدد ملتی ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ ایک لڑکی کو محلہ کی لڑکیوں نے خوب سجایا، وہ جب زیور اور عمدہ کپڑوں سے خوب اچھی لگنے لگی تو سہیلیوں نے بہت تعریف کی کہ بہن! تم بہت اچھی لگتی ہو، اب اس حالت میں تم شوہر کے پاس جب جاؤ گی تو خوب قدر ہو گی۔ تو وہ لڑکی رونے لگی اور کہا کہ اے میری

---

۲۴ صحیح مسلم: ۶۵/۱، باب تحریم الکبر و بیانہ، ایچ ایم سعید

۲۵ کنز العمال: ۱۱۳/۳، (۵۷۳۰)، باب الاخلاق و افعال المحمودۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

سہیلیوں اور بہنوں! تمہاری ان تعریفوں سے ہم کو کچھ خوشی نہیں، جب ہمارا شوہر ہم کو دیکھ کر پسند کرلے گا اور تعریف کرے گا تو ہم کو واقعی خوشی ہوگی۔ اس واقعہ کو سن کر بعض بزرگ روتے روتے بے ہوش ہوگئے کہ دنیا میں تو لوگ ہماری تعریف کرتے ہیں، مگر قیامت کے دن ہم کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرمائیں گے اس کا یقینی علم ہم کو نہیں، پس دنیا میں اپنے کو اچھا اور بزرگ سمجھنا حماقت ہے۔ اس لڑکی کی عقل سے سبق لینا چاہیے۔ حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا خاتمہ ایمان پر ہوجاوے گا اس وقت ہم بے شک اپنی زندگی کے تمام کارناموں پر خوشیاں منائیں گے، اس سے قبل خوشی منانا اور لوگوں کی تعریف سے اپنے کو بڑا سمجھنا نادانی ہے اور عُجب کا علاج یہ ہے کہ ہر کمال اور نعمت کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے اور ڈرتا رہے کہ نہ معلوم کب اور کس وقت ہماری کسی شامت اعمال سے چھن جاوے؟ اللہ تعالیٰ کے استغناء اور شانِ بے نیازی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ نیکیاں کرتا رہے اور ڈرتا رہے۔ یہی سبق حدیث شریف سے ملتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ[۲۶] کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں اے صدیق کی بیٹی! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس کے باوجود خدا سے ڈرتے ہیں کہ ان کے ان اعمال کو شاید قبول نہ کیا جائے، یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔[۲۷]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کر کے دماغ خراب نہ ہونا چاہیے بلکہ ڈرتا بھی رہے اور دعا بھی کرتا رہے کہ ہمارا یہ عمل قبول ہوجاوے اور قبول نہ ہونے کا خوف بھی رہے اور اُمیدِ قبولیت بھی رہے۔ ایسا خوف بھی نہ ہو کہ عدمِ قبولیت کے خوف سے عمل ہی چھوڑ بیٹھے، اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے آخر میں یہی فرمادیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔ عام لوگ تو صرف گناہوں سے مغفرت مانگتے ہیں، مگر خاص بندے اپنی نیکیوں کے بعد بھی استغفار کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی کبریائی اور شانِ عظمت کا حق ہم سے کہاں ادا ہوسکتا ہے؟ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد تین بار استغفار فرمایا

۲۶؎ المؤمنون:۶۰

۲۷؎ جامع الترمذی:۲/۱۵۰،سورۃ المؤمنون من ابواب التفسیر(۶۰)،ایج ایم سعید

کرتے تھے۔ جس کی حکمت بزرگوں نے یہی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق کسی سے ادا نہیں ہو سکتا، اس لیے عارفین اپنے نیک اعمال کے بعد بھی استغفار کرتے ہیں۔

تنبیہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو (یعنی کیا یہ سب تکبر ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں،[۲۸] تکبر تو یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اللہ والے جو اچھا لباس پہنتے ہیں ان کے متعلق دل برا نہ کرے کہ یہ تکبر والے ہیں۔ بزرگی پہاڑ کے دامن میں رہنے، جھونپڑی بنانے، سوکھی روٹی کھانے اور موٹا کپڑا پہننے کا نام نہیں۔ اگر ایسے شخص کے دل میں دنیا ہے تو یہ بھی دنیادار ہے اور اگر دل میں دنیا نہ ہو تو بادشاہت کے ساتھ بھی حق تعالیٰ کے بندے ولی ہوئے ہیں۔

اگر مال و جاہ ست و زرع و تجارت
چو دل باخدا ایست خلوت نشینی

یہ شعر شرح مشکوٰۃ شریف مظاہرِ حق میں درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر مال و عزت اور کھیتی اور تجارت کے ساتھ بھی دل اللہ کے ساتھ ہر وقت لگا ہو تو یہ شخص خلوت نشین اور اللہ والا ہے اور اگر پہاڑ کے دامن اور جنگل میں بیٹھ کر انتظار کر رہا ہے کہ کوئی شکار آوے اور نذرانہ اور حلوا مجھے پیش کرے تو یہ مکار اور پکا دنیادار ہے۔ خلاصہ یہ کہ فقیری اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اچھا کھانے، اچھے لباس اور اچھے مکان میں بھی کسی بزرگ کی صحبت سے نصیب ہو سکتی ہے بشرطیکہ اتباعِ سنت اور تقویٰ کامل کا اہتمام ہو۔

عُجب پر اشکال اور جواب

اس مقام پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی کمال عطا فرمائیں پھر اس کمال کو کمال نہ سمجھنا ناشکری تو نہ ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اس کو صفت کمال تو سمجھے لیکن اپنا ذاتی کمال نہ سمجھے، عطیہ خداوندی سمجھ کر شکر گزار ہو اور بجائے فخر کے ڈرتا رہے کہ ہماری شامتِ اعمال سے یہ چھن نہ جاوے۔

۲۸؎ جامع الترمذی: ۲/۲۰، باب ما جاء فی الکبر، ایچ ایم سعید

سالکین کی تباہی

سالکین کو شیطان اس طرح جلد تباہ کر دیتا ہے کہ شیخ اور مربّی پر اعتراض دل میں ڈال دیتا ہے۔

تکبر کا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرمودہ علاج

۱) یہ سوچے کہ جو کمالات ہمارے اندر ہیں یہ میرا پیدا کیا ہوا نہیں ہے، حق تعالیٰ کی عطا ہے۔

۲) اور یہ عطا بھی کسی استحقاق اور ہماری قابلیت سے نہیں، بلکہ محض اللہ کی مہربانی و کرم سے عطا ہوئی ہے۔

۳) پھر اس نعمت کا باقی رہنا بھی ہمارے اختیار میں نہیں، حق تعالیٰ جب چاہیں چھین لیں۔

۴) اور جس کو ہم حقیر سمجھ رہے ہیں گو اس میں یہ کمال اس وقت نہیں، مگر اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں کہ اس کمال کو مجھ سے چھین کر اس کو دے دیں یا بغیر مجھ سے چھینے ہوئے اس کو مجھ سے اس کمال میں زیادہ بلند کر دیں اور اتنا زیادہ بلند مرتبہ اس کو کر دیں کہ میں اس کا محتاج ہو جاؤں۔

۵) اگر آیندہ اس کو کمال نہ بھی حاصل ہو تو ممکن ہے کہ اس وقت ہی کوئی اس کے اندر ایسا کمال ہو جو مجھ سے مخفی ہو اور سب ہی سے مخفی ہو اور حق تعالیٰ کو معلوم ہو، جس کی وجہ سے یہ حق تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب اور مقبول ہو۔

۶) اگر کسی کمال کا احتمال بھی ذہن میں نہ آوے، تو یہی سوچے کہ ممکن ہے یہ مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو اور علمِ الٰہی میں میری مقبولیت اس سے کمتر یا بالکل ہی نہ ہو۔ قیامت کے دن یہاں کے کتنے پیدل وہاں کے سوار اور یہاں کے کتنے سوار وہاں کے پیدل ہوں گے، تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اپنا انجام معلوم ہوئے بغیر میں اس کو حقیر سمجھوں؟

۷) اور جس کی حقارت ذہن میں آوے اس پر احسان و مہربانی خوب کرے اور اس کے لیے خوب دعا کیا کرے، اس طرح اس سے محبت ہو جاوے گی اور جب محبت ہو جاوے گی تو محبت کا طبعی خاصہ ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی تحقیر دل میں نہیں ہوتی۔ اس مقصد کے لیے کبھی کبھی ایسے آدمی کا مزاج بھی پوچھا کرے اور بات چیت کر لیا کرے، اس طرح دونوں جانب سے تعلق ہو گا اور تحقیر کا مادّہ معدوم ہو جاوے گا۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص:۹۴)

فرق درمیان ریاو عُجب و تکبر

ریاہمیشہ عبادات اور دینی امور میں ہوتی ہے اور عُجب اور تکبر دنیااور دین کے دونوں امور میں ہوتے ہیں پھر تکبر میں آدمی دوسرے کو حقیر سمجھتاہے اور عُجب میں وہ اپنے کو اچھا سمجھتاہے گو دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ پس! تکبر کے ساتھ عجب لازم ہے اور عجب کے ساتھ تکبر لازم نہیں۔

تنبیہ: البتہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جس سے شرعاً بغض رکھناواجب ہو تو اس سے ملناجلنااور محبت تو نہ کرے، لیکن اپنے انجام کے خوف سے اس کو حقیر بھی نہ سمجھے کہ ممکن ہے آیندہ یہ مرنے سے پہلے توبہ کرکے آخرت بھی لے جاوے۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد اُمید

یعنی کسی کافر کو بھی ذلت و حقارت سے مت دیکھو، کیوں کہ ہو سکتاہے کہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو کر دنیاسے جاوے۔ البتہ اس سے قلب میں بغض رکھیں گے۔ نفرت اور بغض کے ساتھ دل میں حقارت کانہ ہونادونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں، جیسے کوئی حسین شاہزادہ چہرہ پر سیاہی لگا کر چہرہ کالا کرلے تو اس کے چہرے کی سیاہی سے تو نفرت ہوگی مگر شاہزادے کو حقیر نہ سمجھیں گے، کیوں کہ ممکن ہے کہ یہ اپناچہرہ صابن سے دھو کر پھر صاف ستھر اچاند جیسا کرلے۔ سبحان اللہ! حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے کیسے مشکل مسائل کو مثالوں سے حل فرمادیااور خلاصہ اس کا یہ فرمایاکہ بھائی معاصی سے نفرت ہو مگر عاصی سے نفرت نہ ہو جیسے مرض سے ہر آدمی گھبراتاہے مگر مریض پر شفقت اور رحمت بھی ضروری سمجھتاہے۔

خجلت اور تکبر کافرق

خجلت ایک طبعی انقباض ہے جو خلافِ عادت کام کرنے سے یا حالت پیش آنے سے نفس پر وارِد ہوتاہے اور سالک کو بعض اوقات غایتِ احتیاط کے سبب اس پر شبہ تکبر کاہوتاہے مگر درحقیقت تکبر نہیں ہوتاہے اور معیار اس کا یہ ہے کہ جس طرح یہ شخص ایک خسیس اور ذلیل کام سے شرماتاہے، اگر کوئی شخص اس کا بہت زیادہ اکرام اور تعظیم کرے تو بھی اس کو اسی طرح کا انقباض ہوتاہے یا نہیں؟ اگر ہوتاہے تو خجلت ورنہ تکبر ہے۔ پس نفس کی تاویل سے ہوشیار رہے

کہ یہ تکبر کو بھی خجلت میں نہ شامل کرلے۔ تفصیلی علاج اپنے شیخ اور مربی سے دریافت کرے۔

تواضع میں تکبر

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کبھی تکبر بصورتِ تواضع ہوتا ہے یعنی تواضع اس لیے کرتا ہے کہ لوگ ہم کو بڑا سمجھیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ تواضع کے بعد اگر لوگ اس کی عزت اور تعظیم نہ کریں تو برا مانتا ہے اور اصلی اللہ والے اپنے کو تعظیم کا مستحق نہیں سمجھتے۔

حسد کی بیماری اور اس کا علاج

کسی شخص کی اچھی حالت یا کوئی نعمت ناگوار معلوم ہونا اور دل میں یہ آرزو کرنا کہ یہ نعمت اس سے زائل ہوجاوے یہ بھی بیماری خطرناک ہے۔ اس بیماری سے آدمی کا سکون چھن جاتا ہے اور دل جلتا رہتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حسد حاسد کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاجاتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حسد پر دو شعر کیا خوب بیان فرمائے ہیں۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی دوست یا دشمن کے زوالِ نعمت سے اگر اندر سے دل خوش ہو، تو اگرچہ بظاہر اس سے اظہارِ افسوس بھی کیا جاوے اور چوں کہ اندر کی خوشی غیر اختیاری ہونے سے گناہ بھی نہیں لیکن یہ حالت نقص کی علامت ہے۔ اس کا علاج بہ تکلف کرے، اس طرح کہ اس شخص کے لیے خوب دعا کیا کرے۔ بکثرت ایسا کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ نقص زائل ہوجاوے گا۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ملفوظ: ۴۵۰)

حسد کا علاج

حسد کا علاج یہ ہے کہ جس شخص پر حسد ہو: ۱) اس سے سلام میں سبقت کرے۔

(۲)سفر پر جاوے تو اس سے ملاقات کر کے جاوے۔(۳)سفر سے آوے تو اس کے لیے کوئی ہدیہ لاوے خواہ مختصر رقم کا ہو۔(۴) کبھی کبھی ناشتہ کی دعوت کر دے۔(۵)اپنی مجلس میں اس کی تعریف کرے۔(۶)اس کے لیے خوب دعا کیا کرے۔(۷)اس کی کوئی برائی کرے تو سختی سے منع کر دے اور غیبت سنانے اور سننے دونوں کے حرام ہونے کا مسئلہ اس کو بتادے۔ان شاء اللہ چند دن اس طریق پر عمل کرنے سے یہ بیماری شِفا پا جاتی ہے اور پھر اس سے جلنے کے بجائے اس کی محبت معلوم ہوگی اور دل گلاب کے پھول کی طرح ہلکا پھلکا ہو جاوے گا اور حق تعالیٰ کی عبادت و ذکر کے لیے فارغ اور پر سکون ہو گا۔

کینہ اور اس کا علاج

جس مسلمان سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے اور اس سے بدلہ لینے کی ہمت نہیں ہوتی تو اس کی طرف سے دل میں ہلکا سا غصّہ رہتا ہے اور غصّہ ضبط کرنے سے دل پر ایک بوجھ رہتا ہے اور قصداً اس کی بدخواہی چاہتا ہے تو اس کو حقد یعنی کینہ (بُغض) کہتے ہیں۔علاج یہ ہے کہ اس کو معاف کر دے اور بہ تکلف اس سے میل جول شروع کر دے۔باقی اصلاً اس کا علاج بھی وہی ہے جو اوپر حسد کا بیان ہوا۔

حرص اور دنیا کی محبت کا علاج

اس کا سب سے عمدہ علاج یہ ہے کہ بزرگوں کی مجالس میں حاضری دیا کرے اور ان سے تعلق مع اللہ کا طریقہ معلوم کرے۔جب دل میں اللہ تعالیٰ کا تعلق راسخ ہو جاوے گا دنیا کی طرف سے قلب خود ہی بے رغبت ہو جاوے گا۔صرف ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ اس بیماری کو دور کر سکتی ہے اور دنیا کی بے ثباتی اور موت کو کثرت سے سوچنا بھی اکسیر ہے اور ان اشعار کو کثرت سے پڑھنا بھی دل کو دنیا کی محبت سے پاک کرتا ہے:

دبا کے قبر میں سب چل دیے دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
معطر کفن تھا مُشّیَّن بدن تھا

جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کے قرباں کرے

آ کر قضا با ہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

قضا کے بعد ہوئی سرد نفس کی دنیا
نہ حسن و عشق کے جھگڑے نہ مال و دولت کے

کبھی کبھی قبرستان جاکر دنیاداروں کے حشر وانجام کا آنکھوں سے مشاہدہ کرے کہ اب ان کے بنگلے اور کار اور دولت اور ملازمین کہاں ہیں۔ اب صرف ان کے اچھے اعمال ہی کام آسکتے ہیں۔

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو! شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

جس طرح ایک قیدی دوسرے قیدی کو نہیں چھڑا سکتا، چھڑانے والا باہر سے آتا ہے، اسی طرح دنیادار کو دنیادار دنیا کی محبت اور قید سے آزادی نہیں دلا سکتا، اس کے لیے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے، جو بظاہر دنیا میں ہیں مگر اپنی روح کے مقام میں وہ دنیا سے باہر ہیں۔ میرا شعر ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

بے جا غصّہ اور اس کا علاج

غصّے میں عقل درست نہیں رہتی اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا، اس لیے زبان سے نامناسب بات اور ہاتھ سے زیادتی اور ظلم ہوجاتا ہے اور کبھی غصّے میں تین طلاق دے کر زندگی بھر رونا پڑتا ہے اور کبھی غصّے میں بے اندازہ مار پیٹ سے قتل و ہلاکت تک کا جرم ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے کتنے گھروں اور خاندان کے خاندان کے چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ جاتے

ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ غصّہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ کا علاج پانی ہے، پس جب غصّہ آوے وضو کر لیا کرے۔[۲۹]

علاج اس کا یہ ہے کہ جس پر غصّہ آوے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے، اگر وہ نہ ہٹے تو خود ہٹ جاوے پھر سوچے کہ جس قدر اس شخص نے ہمارا قصور کیا اور ہمارا حق مارا اور ہماری نافرمانی کی، اس سے زیادہ ہم رات دن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں قصوروار ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور انعامات ہم سے نہیں چھینتے اور جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا قصور معاف فرمادیں اسی طرح ہم کو چاہیے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خطاؤں کو معاف کر دیں۔ جس قدر قیامت کے دن اپنی خطائیں معاف کرانی ہوں اتنا ہی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خطائیں معاف کرتا رہے اور ان پر احسان بھی کرتا رہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح سوچنے سے دل ہلکا ہونا شروع ہو جائے گا اور زبان سے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کئی بار پڑھے اور وضو کر لے اور ٹھنڈا پانی پی لے۔ کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے، بیٹھا ہو تو لیٹ جاوے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو یاد کرے۔ جب غصّہ ہلکا ہو جاوے اور عقل درست ہو جاوے تو جو مناسب سزا ہو تجویز کرے، جیسے اپنے بچوں کی اصلاح کے لیے غصّہ کرنا ہے، تو جب غصّہ جاتا رہے تو خوب سوچ سمجھ کر شریعت سے جتنی اجازت ہو اتنی سزا دیں۔ اس طرح بار بار کرنے سے غصّے کی اصلاح ہو جاوے گی۔

غصّہ نہ روکنے کا ایک عبرتناک واقعہ

غصّہ کا روکنا تو نفس پر بوجھ معلوم ہو گا، مگر اس کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے اور دشمن بھی دوست بن جاتا ہے اور غصّہ کرنے سے دوست بھی دشمن بن جاتے ہیں اور انسان آہستہ آہستہ اس بداخلاقی سے بے یار و مددگار ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب جو بہت بدمزاج اور غصّہ سے پڑوسیوں کو تنگ کیا کرتے تھے، جب ان کی بیوی کا انتقال ہوا تو جنازہ اٹھانے کے لیے مزدوروں کو اجرت پر لانا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں گرا دے، بلکہ بڑا پہلوان وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔[۳۰]

اللہ تعالیٰ نے غصّہ پینے والوں اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والوں اور ان پر

۲۹؎ سنن ابی داؤد: ۲/۳۰۴ باب ما یقال عند الغضب، ایچ ایم سعید

۳۰؎ صحیح البخاری: ۲/۹۰۳ (۶۱۴۲)، باب الحذر من الغضب، المکتبۃ القدیمیۃ

احسان کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اوراپنے نقصانِ مالی کے بارے میں یوں سوچے کہ جو ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اور صبر پر اجر ملتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ[۳۱] پڑھنے سے ایسے مواقع پر اس سے بہتر نعمت عطا ہو جانے کا وعدہ ہے اور یہ سوچے کہ انتقام لینے سے اجر و ثواب بھی ہاتھ سے جاوے گا اور ہم کو کیا نفع ملے گا اور اگر غصّہ میں انتقام لیتے وقت اس پر ظلم ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور سزا کا عذاب الگ بھگتنا پڑے گا۔

حکایت نمبر ۱

ایک بزرگ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جارہے تھے کہ کسی دشمن نے اُن کے سر پر راکھ کا ٹوکرا پھینکا۔ حضرت نے فرمایا: الحمدللہ۔ مریدوں نے کہا حضرت یہ الحمدللہ کا کیا موقع ہے؟ فرمایا جو سر سرکشی کے سبب آگ برسنے کے قابل تھا اس پر راکھ برسی تو شکر کیوں نہ ادا کروں۔

حکایت ۲

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے۔ ایک نے کہا تو ایک گالی دے گا تو میں دس گالی دوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے ایک ہزار گالیاں دے لو، مجھ سے ایک گالی بھی نہ سنوگے۔ دونوں نے آپ کے قدم کو بوسہ دیا اور صلح کرلی۔

حکایت نمبر ۳

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خادم کو ڈانٹا، اس نے معافی مانگ لی۔ فرمایا: تو ہمیشہ اسی طرح ستاتا رہتا ہے، آخر کب تک تیرا یہ معاملہ بھگتا کروں؟ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریب بیٹھے تھے، کان میں فرمایا کہ مولانا! جتنا اپنا اللہ تعالیٰ سے بھگتوانا ہے اتنا یہاں ان کے بندوں کی بھگت لو، یعنی وہاں اپنی خطائیں جس قدر معاف کرانی ہیں یہاں اتنی لوگوں کی خطائیں معاف کرتے رہو۔

غصّے کے علاج کا بہترین مؤثر مراقبہ

جب غصّہ بہت تیز غالب ہو تو فوراً سوچے اگر ہم اس وقت اس پر غصّہ روک لیں گے اور معاف کردیں گے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی ہمارے اوپر سے اپنا عذاب روک لیں

۳۱؎ البقرۃ: ۱۵۶

گے۔ یہ بشارت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایتِ حدیث سے ثابت ہے۔

بد نگاہی، سینے کی خیانت اور حسن پرستی

بُرے اخلاق میں یہ بیماری بھی نہایت خطرناک ہے، اس کا خطرہ شروع میں محسوس نہیں ہوتا، شروع میں تو آدمی سمجھتا ہے کہ حسینوں سے دل بہلا رہا ہوں، نہ اس سے کچھ لے رہا ہوں نہ اپنا کچھ دے رہا ہوں، لیکن یہ خیال محض دھوکا ہے، کیوں کہ بد نگاہی اور دل کے گندے خیالات سے صرف دل ہی نہیں بہلتا، منی بھی پگھل جاتی ہے، صحت خراب ہونے لگتی ہے اور عبادت کی حلاوت سلب ہو جاتی ہے، اُسے ذکر اور عبادت میں لطف نہیں آتا اور بعض واقعات تو ایسے خطرناک ہیں کہ خدا ہی بچائے۔ نگاہ کی خرابی سے کسی حسین کی محبت دل میں اس طرح اتر گئی کہ جب توبہ کے لیے کہا گیا، تو اس نے کہا کہ میں سب گناہ سے توبہ کرتا ہوں مگر اپنے محبوب کے عشق سے توبہ نہیں کروں گا اور جب کلمہ پڑھایا گیا، تو کہا کہ مجھے اُس محبوب کی خوشی خدا کی رضا سے زیادہ محبوب اور عزیز تر ہے (معاذ اللہ) اور اس طرح کفر پر خاتمہ ہو گیا۔

سالکین کو شیطان انہیں دو بیماریوں میں مبتلا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے، ایک عورت کے جال میں، دوسرے خوبصورت لڑکے کے عشق میں۔

تنبیہ: بعض وقت شیطان نگاہوں پر ایسا مسمریزم کرتا ہے کہ معمولی صورت بھی بہت زیادہ حسین معلوم ہوتی ہے اور اس کی ہر نظر میں سینکڑوں تیر اور صدہا کمان پوشیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حالت کا نام تمویہ رکھا ہے۔ یہ بہت ہی خطرناک حالت ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کی تشریح کرتے وقت تحریر فرمایا کہ اے اللہ! اس حالت سے اشرف علی کی حفاظت فرما اور تحریر فرمایا کہ جب اس حالت سے نجات حق تعالیٰ اپنی رحمت سے عطا فرما دیتے ہیں تو اس حالت کا نام تنبیہ ہے۔ حیرت ہے کہ بعض نادان لوگ ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتے، ہاتھ میں تسبیح بھی ہے اور عورتوں اور لڑکوں کو بُری نظر سے گھورتے بھی رہتے ہیں، حالاں کہ شریعت میں یہ دونوں افعال حرام اور گناہِ کبیرہ ہیں اور ان پر اصرار اور دوام سے عمل کرنے والا فاسق و فاجر ہے۔ ایسے شخص کو قربِ خداوندی کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی، حسن پرستی اور بد نگاہی صحتِ جسمانی اور صحتِ روحانی دونوں کو تباہ کر دیتی ہے اور دنیا و آخرت میں ذلیل کر دیتی ہے۔ اگر کسی کو زمانۂ تعلیم میں یہ بیماری لگ جائے تو دل و دماغ اور قوتِ حافظہ کو

کمزور کرکے علم سے دل کو اچاٹ کر دیتی ہے اور علمِ دین کے طالب علم کو تقویٰ اور علم کی برکتوں سے محروم کرکے ہمیشہ کے لیے کمالات اور ترقیاتِ علمیہ اور عملیہ سے محروم کر دیتی ہے۔ پس اس بیماری کا علاج بہت فکر، اہتمام اور ہمت سے کرنا چاہیے، اس زہر کو شہد نہ سمجھے اور ہلاکت کے اس سبب کو فرحت اور دل بہلانے کا ذریعہ ہرگز نہ سمجھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو غضِ بصر (نگاہ کی حفاظت) کا حکم دیا ہے، تو اس فعل میں کوئی نفع اور بھلائی کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بندوں کا خیر خواہ کون ہو سکتا ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ بد نگاہی اور حسن پرستی نہایت خطرناک بیماری ہے جو دنیا اور دین دونوں کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجایش نہیں۔ اگر ان کی تباہ کاریوں کی تفصیلات کا مطالعہ کرنا ہے تو احقر کی کتاب "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" دیکھیے۔

بد نگاہی اور حسن پرستی کا علاج

یہ بیماری ہر شخص میں اس کے مزاجِ طبعی کے لحاظ سے کسی میں شدید اور کسی میں اشد ہوتی ہے۔ بعض تو ہوش سنبھالتے ہی اس بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

بچوں کی اصلاح

لہٰذا والدین کو بچپن ہی سے اپنی اولاد کو اس بیماری سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے، ورنہ بچپن خراب ہونے سے پھر علمی دولت سے محرومی لازمی ہو جاتی ہے۔ کم عمری میں پوری نگرانی ہو اور سینما، ٹی وی نیز غلط قسم کے لوگوں سے دور رکھتے ہوئے خدا کا خوف، دوزخ کا عذاب بتایا جائے اور کبھی کبھی بزرگوں کی مجالس میں بھی لے جائے اور اپنے کم عمر بچوں کو جہاں تک ممکن ہو اپنی نگرانی سے دور نہ کریں اور کم عمری میں ان کو چھوڑ کر بدونِ سخت ضرورت بیرونِ ممالک کے سفر سے بھی احتیاط کریں، ورنہ باپ کی دوری سے بچے بہت جلد آزاد ہو جاتے ہیں اور ماں کی تربیت سے بے قابو ہو کر آوارہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بھی اولاد کے نیک ہونے کی خوب الحاح سے دعا کرتے رہیں اور یہ دعا ہر فرض نماز کے بعد پڑھ لیا کریں:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا[۳۲]

۳۲؎ الفرقان:۷۴

اور بچوں کو مختلف جائز اور مباح کاموں میں مصروف رکھا جائے، مصروف زندگی شیطانی چکروں سے اکثر محفوظ رہتی ہے۔

بالغین کی اصلاح

۱) کچھ ذکر اللہ کا معمول بنا لیا جائے، کوئی بزرگ بستی میں ہوں ان سے مشورہ کرلیں، ورنہ درود شریف سو مرتبہ، لاالٰہ الا اللہ سو مرتبہ اور سو مرتبہ اللہ اللہ کر لیا کریں۔ تلاوتِ قرآنِ پاک اور اشراق و اوّابین اور تہجد کا معمول بھی کر لیں۔ اگر آخر شب آنکھ نہ کھلے تو بعد نمازِ عشاء وتر سے قبل دو یا چار رکعات نفل بہ نیت تہجد پڑھ لیا کریں۔ ذکر و تلاوت اور نوافل کے اہتمام سے قلب میں نور پیدا ہو گا۔ نورِ حق نارِ شہوت کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواہشاتِ نفس کی آگ اللہ تعالیٰ کا نور ہی ٹھنڈا کرتا ہے۔

تنبیہ: ایک ضروری تنبیہ یہ ہے کہ بعض لوگ گناہ کے تقاضے پر عمل کرکے اس تقاضے کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ گناہ کر لینے سے یہ تقاضا اور خواہش کم ہو جائے گی، یہ سخت دھوکا ہے، ہر گناہ سے گناہ کی خواہش اور تیز ہو جاتی ہے، صرف تھوڑی دیر کو کمی ہوتی ہے پھر پہلے سے بھی زیادہ آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ گناہ کو گناہ سے کم کرنے کا خیال ایسا ہے جیسا پائخانہ کو پیشاب سے دھو کر آدمی سمجھے کہ پائخانہ کی گندگی کم ہو جائے گی۔ ایسے لوگ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور کبھی پاک نہیں ہوسکتے، اس لیے ہمت کرکے گناہ کے تقاضے پر عمل نہ کریں۔ اگر کبھی مغلوبیت ہو اور نگاہ خراب ہو جائے، تو کم از کم ۴؍ رکعات نفل اور کچھ صدقہ و خیرات کریں اور خوب الحاح سے توبہ کریں۔

۲) جب طبیعت میں گناہوں کا تقاضا ہو فوراً ہمت سے کام لیں اور خوب دعا کریں ۲؍ رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر حق تعالیٰ سے خوب پناہ مانگیں اور اچھے کاموں میں یا مباح اور جائز کاموں میں مصروف ہو جائیں یا کسی اچھے دوست سے ملاقات کرکے دل کو بہلا لیں یا بیوی بچوں کے لیے سودا اور ضروری کاموں میں لگ جائیں، اس طرح نفس کا دھیان اور خیال کی تیزی اور میلان کمزور ہو کر مغلوب ہوتے ہوتے کالعدم ہو جائے گا۔ یہ نسخہ بڑا ہی کام کا ہے۔ اس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نظم بھی کر دیا ہے اور سب حضرت حکیم الامت کے ارشادات ہیں۔

طبیعت کی رو زور پر ہے تو رک
نہیں تو یہ سر سے گزر جائے گی
ذرا دیر کو تو ہٹا لے خیال
چڑھی ہے یہ ندی اُتر جائے گی

۳)اس مجاہدے سے گھبرانا نہ چاہیے، اپنی طرف سے تمام عمر یہ غم برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ عاشقی اسی کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تلوار کے نیچے اپنی ہر خواہشِ نفسانی کی گردن رکھ دے اور نفس کو گناہ نہ کرنے سے اور آنکھوں کی حفاظت سے جو بھی تکلیف ہو خوشی خوشی برداشت کرے۔ یہ جہادِ اکبر کا شہید ہے، اگرچہ زندہ ہے مگر باطن میں اس کی شہادت کا بازار گرم ہے۔

ترے حکم کی تیغ سے میں ہوں بسمل
شہادت نہیں میری ممنونِ خنجر

ایک مرتبہ کافر کی تلوار سے شہید ہونا آسان ہے، مگر اس جہادِ اکبر سے نفس کو تمام عمر اپنی بری خواہشات پر حکمِ الٰہی کی تلوار کھانی پڑتی ہے۔

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

۴)اس بیماری کا مکمل علاج کسی اللہ والے کی نگرانی میں کرانا چاہیے۔ مرشدِ کامل جو متبعِ سنت، متقی اور کسی کامل کی طرف سے مجازِ بیعت بھی ہو، ایسے مریضوں کو ان کی صحبت میں کچھ دن رہ پڑنا چاہیے، یہاں تک کہ دل کو حق تعالیٰ کا خاص تعلق عطا ہو جائے جس کو نسبت باطنی کہتے ہیں۔ تعلق مع اللہ نصیب ہو جانے سے سالک کو حفاظتِ نفس میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔

۵) جملہ معاصی سے احتیاط کے لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو جملوں کا ایک نسخہ بیان فرمایا ہے۔ ۱) معصیت ہونے سے پہلے تو پوری ہمت سے نفس کو روکے۔ ۲)اور اگر شامتِ نفس سے خطا ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کرے۔

۶)الحاح وزاری کے ساتھ دعا سے بارگاہِ حق میں اپنی حفاظت کی درخواست کرتا رہے اور سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتا رہے۔ اگر آنسو نہ نکلیں تو رونے والوں کی شکل ہی بنا لیا کریں۔ دعا بڑی نعمت ہے اور حق تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل

ہی سے بندہ گناہ سے محفوظ ہو سکتا ہے اور احکامات کو بجالا سکتا ہے۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے خدا! اگر گناہوں کے ہزاروں جال یعنی اسباب ہمارے قدموں کے سامنے ہوں، لیکن اگر آپ کا فضل ہماری مدد کے لیے ہمارے ساتھ ہے تو ہم کو کچھ غم نہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے ساتھ نہ ہونے سے ہرن کا شکار کرنے والے خود جنگلی سور کے منہ میں شکار ہو گئے، اس لیے کبھی اپنے تقویٰ اور پرہیز گاری پر ناز نہ کرے، ہر وقت ڈرتا رہے اور حق تعالیٰ سے حفاظت کے لیے فریاد و نالہ اور آہ و زاری کرتا رہے، اپنے زور پر کچھ نظر نہ رکھے، اپنی کامیابی کو زاری پر موقوف سمجھے، اگر حق تعالیٰ اپنا لطف و کرم اور اپنی مدد ہٹالے تو ہاتھی اور شیر جیسا مضبوط دیندار پھسل کر تباہ ہو جائے اور اگر حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم کو ہمارے ساتھ ہمارا نگہبان اور غم خوار بنا دیں، تو پھر مچھر جیسا کمزور سالک و دیندار بھی منزلِ قرب کے اعلیٰ مقام پر فائز اور گامزن ہو جائے اور بڑے بڑے نفس و شیطان کے مکر و تدبیر کے جانور اس کی ہمت کے شیر کے سامنے ایسے بھاگتے نظر آئیں گے، جیسا کہ آپ نے کسی جنگل میں شیر کے سامنے ہرن، چیتوں اور بارہ سنگھوں جیسے تمام بڑے بڑے سینگوں والے جانوروں کو بے تحاشہ بھاگتے ہوئے دیکھا ہو گا۔

۷) اس بیماری میں شیطان مایوسی کا حملہ بہت کرتا ہے یعنی جب سالک ایک زمانہ ذکر و فکر اور صحبتِ اہل اللہ کے باوجود بھی نفس کے اندر برے برے تقاضوں کو محسوس کرتا ہے تو سوچنے لگتا ہے کہ اس راہ میں ہمارا گزر نہیں، حالاں کہ اس راہ میں ایسوں ہی کا گزر ہے، یہ ہیجڑوں کا راستہ نہیں ہے، یہ مردوں ہی کا راستہ ہے، نافرمانی کے تقاضوں کو روکنے ہی کا نام تقویٰ ہے، اگر یہ تقاضے نہ ہوں گے تو تقویٰ کا وجود کیسے ہو گا؟ لہٰذا اتمام عمر مجاہدہ سے نہ گھبرانا چاہیے، لیکن یہ مجاہدہ آہستہ آہستہ آسان ہوتا جائے گا، لیکن اگر بدپرہیزی یعنی بدنگاہی سے یہ تقاضے شدید ہو کر پریشانی کا باعث ہوں تو یہ آپ ہی کا قصور ہے، راستہ تو مشکل نہیں تھا، آپ نے مشکل بنالیا۔ بہر حال کسی حال میں بھی ہمت نہ ہارے۔ خواجہ صاحب نے خوب فرمایا ہے؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

کبھی شیطان اس طرح بھی ناامید کرتا ہے کہ تجھ جیسے باربار توبہ توڑنے والے کو کیا انعام و قربِ الٰہی ملے گا؟ تجھ جیسے نالائقوں کو اس دربارِ عالی سے محرومی ہی رہے گی، یہ تو پاکبازوں کا راستہ ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بے شک توبہ توڑنا بہت بڑا گناہ ہے، لیکن ہمارے لیے کوئی اور بارگاہ، کوئی اور خدا بھی تو نہیں ہے جہاں ہم چلے جائیں، سوائے حق تعالیٰ کے ہمارا کوئی اور ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے۔ اگر وہ صرف پاکبازوں کا ربّ ہے تو ہم گناہ گاروں کا کیا کوئی دوسرا ربّ ہے جس کو ہم پکاریں؟ ہم بھی ان ہی کے ہیں، معافی اور گریہ وزاری کرکے ہم ان کو راضی کریں گے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توبہ کرنے والے اگر کاملین میں نہ اٹھائے جائیں گے تو تائبین میں ان شاء اللہ ضرور اٹھائے جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے، اے اللہ! آپ کی عطا کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔[۳۳] پھر مایوسی کی کیا بات ہے؟ پس حق تعالیٰ کی رحمت سے فریاد کرتا رہے، جو کچھ ملتا ہے خدا کے فضل ہی سے ملتا ہے، یہ تقریر صرف ناامیدی سے بچانے کے لیے ہے نہ کہ معاصی پر دلیری اور بے باکی کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے تو ایسے ڈرنا چاہیے جیسے سانپ اور بچھو سے ڈرتے ہیں۔ اپنی اصلاح کے لیے خود بھی الحاح سے دعا کرتا رہے اور اپنے احباب اور اکابر سے بھی دعا کراتا رہے، بالخصوص اپنے دینی مربی اور شیخ سے باربار دعا کے لیے درخواست کرتا رہے۔

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

مراد یہ ہے کہ ایک نالہ یا ایک فریاد بھی جس دن قبول ہوگئی کام بن جائے گا، ورنہ ہر دعا اور نالہ وہاں تک پہنچتا ہے، یہاں پہنچنے سے مراد قبول ہونے کے ہیں۔

۸) اور سب سے مؤثر اور کامیاب علاج یہ ہے کہ کسی مصلح سے تعلق قائم کرے اور اپنی اصلاح سے متعلق تمام حالات کی انہیں اطلاع کرے اور جو مشورہ وہ تجویز کریں دل و جان سے اس پر عمل کرے۔

بدگمانی کی بیماری اور اس کا علاج

اس بیماری سے مسلمانوں میں عداوت، نفرت، دوسروں کو حقیر سمجھنا، حقارت، حسد اور غیبت کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ جب کسی کی طرف سے بُرا گمان آئے فوراً یہ خیال کرے کہ

۳۳؎ صحیح البخاری: ۱/۱۱۷، (۸۴۸)، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، المکتبۃ المظہریۃ

بدگمانی پر قیامت کے دن دلیل اور گواہی پیش کرنی ہوگی اور ہمارے پاس یقینی دلیل اور گواہی موجود نہیں تو کیوں جھگڑے میں پڑیں؟ کیوں نہ ہم نیک گمان رکھیں تاکہ بلا دلیل اور بلا گواہی ہم کو ثواب ملتا رہے۔ جو لوگ اِدھر کی بات اُدھر لگاتے رہتے ہیں اور مسلمانوں میں نفرت و عداوت پیدا کرتے ہیں ان کو چغل خور کہتے ہیں۔ چغل خور کا علاج یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس شخص کے پاس لے جائے اور اس سے دریافت کرے کہ یہ آپ کے بارے میں یہ بات مجھ سے نقل کرتا ہے، اگر جھوٹا نکلا تو پھر کبھی چغلی نہ کرے گا اور اگر سچا نکلا تو وہ شخص شرمندہ ہو کر معذرت کرے گا اور اس طرح پھر کبھی چغلی کھانے کی ہمت نہ ہوگی۔

زبان کی بیس آفتوں کا بیان

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے زبان کی بیس بیماریاں تحریر فرمائی ہیں:

۱) بے فائدہ کلام کرنا۔ ۲) ضرورت سے زائد کلام کرنا۔ ۳) نافرمان لوگوں کے اور ظالموں کے بے ہودہ قصّوں کو بیان کرنا۔ ۴) بحث مباحثہ کرنا۔ ۵) لڑائی جھگڑا کرنا۔ ۶) کلام میں بناوٹ کرنا جس کو تصنّع کہتے ہیں۔ ۷) گالیاں بکنا۔ ۸) بدزبانی کرنا اور بڑوں کے ساتھ بدتمیزی کے کلمات نکالنا۔ ۹) لعنت کرنا، یہ عادت عورتوں میں بہت ہے۔ ۱۰) گانا اور خلافِ شرع اشعار پڑھنا۔ ۱۱) حد سے زیادہ ہنسی مذاق کرنا۔ ۱۲) کسی کے بارے میں ایسی بات کرنا جس سے اس کی تحقیر ہو۔ ۱۳) کسی کا راز ظاہر کرنا۔ ۱۴) جھوٹا وعدہ کرنا۔ ۱۵) جھوٹ بولنا۔ البتہ دو مسلمانوں میں صلح کروانے یا مظلوم کو اپنا حق لینے کے لیے جائز ہے۔ ۱۶) غیبت کرنا، یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی بات اس طرح کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو برا مانے خواہ بات سچی بھی ہو۔ یہ فعل حرام ہے اور اس کی نیکیاں قیامت کے دن چھین کر اس کو دے دی جائیں گی۔ ۱۷) چغل خوری کرنا۔ ۱۸) کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا یا خوشامد کرنا، البتہ اگر اس تعریف سے اس کے اندر بڑائی آجانے کا خوف نہ ہو بلکہ اس کا نیک کام کے لیے حوصلہ بڑھ جاوے تو مضایقہ نہیں۔ ۱۹) بول چال میں باریک غلطیوں کا خیال نہ رکھنا، مثلاً اکثر لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت آپ کے منہ سے جو دعا نکل جاوے گی وہ ضرور قبول ہو جاوے گی یا اور اوپر خدا اور نیچے آپ ہمارا سہارا ہیں یہ سب باتیں شرک کی ہیں۔ ۲۰) عوام کا علماء سے ایسے سوالات کرنا جو ان کی اپنی ضرورت سے تعلق نہ رکھتا ہو یعنی فضول، بے ضرورت سوالات سے ان کا وقت ضایع کرنا۔

علاج

زبان کی سب بیماریوں کا علاج یہ ہے کہ جب بولے، یہ سوچ کر بولے کہ جو بات کرنا چاہتا ہوں ہمارا رب اور ہمارا مالک اس بات سے خوش ہو گا یا ناخوش ہو گا۔ اگر خوش ہونے کا دل میں جواب آئے تو بات کرے اور اگر ناخوش ہونے کا اندیشہ آئے خاموش رہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدون سوچے بات مت کرو اگرچہ دیر تک خاموش رہنا پڑے، تو اس میں کیا غم ہے کہ دیر تک خاموشی کے بعد مفید بات کرو۔

حکایت

سخت زمانۂ قحط تھا کہ اچانک خوب بارش ہو گئی۔ ایک بزرگ نے کہا کہ واہ! آج تو اللہ میاں نے بڑے موقع سے بارش فرمائی۔ الہام ہوا: او بے ادب! کیا ہم نے کبھی بے موقع بھی بارش کی ہے؟ پس ان پر گریہ طاری ہو گیا اور ندامت سے توبہ کی۔ زبان کی احتیاط بہت رکھنی چاہیے۔

ریا یعنی دِکھاوا اور اس کا علاج

نیک کام لوگوں کو دکھانے کی غرض سے کرنا اور لوگوں میں واہ واہ اور جاہ و تعریف چاہنا دِکھاوا ہے۔ اس کو ریا بھی کہتے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے نیک اعمال پر جو ریا کے لیے کیے گئے ہیں بجائے ثواب کے الٹا عذاب دوزخ کا ہے۔ البتہ اگر مرنے سے پہلے توبہ کر لے تو مغفرت کی امید ہے۔ یہ دِکھاوا کئی طرح کا ہوتا ہے۔ کبھی زبان سے کہ آج ہم نے اتنا قرآن پڑھا اور آج ہم نے اتنی خیرات کی ہے اور ہم رات کو اٹھے تھے اور اتنی رکعات تہجد پڑھی ہیں، اس لیے آج دماغ پر تھکن ہے یا کبھی یوں کہے کہ دوسرے حج میں جو وہاں سے ہم تسبیح لائے تھے وہ آپ کو ہدیہ دے رہے ہیں۔ اس طرح صرف ایک جملہ میں دو حج کا ثواب ضایع کر دیا اور کبھی زبان سے کچھ نہیں کہتا، مگر آدمیوں کے سامنے آنکھ بند کر کے سر جھکا کر بیٹھ گئے تاکہ سب کو معلوم ہو کہ یہ بڑے اللہ والے ہیں اور عرش پر رہتے ہیں، دنیا سے برائے نام تعلق ہے، حالاں کہ سراپا فرش پر دھرے ہیں یا آنکھوں کو اس طرح دکھانا کہ معلوم ہو کہ رات بھر کے جاگے ہیں، نیند کا غلبہ ہے یا رکوع سجدے نوافل میں جس طرح ہمیشہ کیا کرتا ہے کسی کی موجودگی میں اس کی بنسبت رکوع سجدہ کو لمبا کر دینا کہ دیکھنے والا سمجھے کہ بڑے صوفی ہیں، یہ سب بیماری حب جاہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مخلوق کی نظر میں عزت چاہنے کی حرص سے ریا کا مرض ہوتا ہے۔

علاجِ ریا

علاج اس کا یہ ہے کہ یہ سوچے کہ جس مخلوق کو اپنی نیکی دکھا کر عزت اور نام چاہتے ہو، نہ یہ مخلوق ہوگی نہ ہم ہوں گے، سب قبروں میں خاک ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی کام آئے گی۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب زبیدہ خاتون اہلیہ ہارون الرشید خلیفہ بغداد کا انتقال ہوگیا تو کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا کہ ہم بخش دیے گئے۔ فرمایا کہ کیا رفاہی کاموں کی بدولت؟ کہا: نہیں، وہ سب تو اپنے اپنے رب کے پاس پہنچ گئے ذَهَبَ ذَالِكَ كُلُّهُ اِلٰى اَرْبَابِهٖ اور کہا ہماری مغفرت اچھی اچھی نیتوں کی برکت سے ہوئی۔[۳۴] مطلب یہ کہ رفاہی کاموں میں عزت، شہرت اور ناموری کی نیت شامل ہونے سے وہ سب اعمال ان جھوٹے خداؤں کے پاس چلے گئے، وہاں کچھ کام نہ آئے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اچھے اعمال کرتے رہنے کے باوجود قبولیت کے لیے ڈرتے رہتے ہیں۔ ہمارے حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بس کرتا رہے اور ڈرتا رہے۔

دعا برائے حفاظتِ ریا و شرک

احقر عرض کرتا ہے کہ یہی دعا کر لیا کرے کہ یا اللہ! ہماری نیکیوں میں نفس کی طرف سے جو شرارت ریا وغیرہ کی ملاوٹ ہوگئی ہو آپ اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ حدیث پاک میں ریا سے حفاظت کی ایک دعا بھی بتائی گئی ہے اس کو کثرت سے پڑھتا رہے، امید ہے کہ حق تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اس بیماری سے حفاظت فرماویں گے۔ وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ[۳۵]

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جانتے ہوئے میں آپ کی عبادت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ کسی اور غرض کو شامل کردوں اور میں بخشش مانگتا ہوں ان ریاکاریوں کی بھی جن کو میں نے لاعلمی میں کردیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص عطا فرمائیں۔

ایک تجربہ کی بات عرض کرتا ہوں جس کو تمام مشائخ نے بھی لکھا ہے، وہ یہ کہ اخلاص کی دولت صرف اللہ والوں کی صحبت اور ان کی خدمت اور ان کی جوتیاں اٹھانے سے ملتی ہے۔ اللہ والوں کی

۳۴؎ مرقاۃ المفاتیح: ۴۸/۱، حدیث انما الاعمال بالنیات، دار الفکر، بیروت
۳۵؎ کنز العمال: ۴۷٦/۳، (۷۵۰۳)، باب فی الاخلاق المحمودۃ والافعال المذمومۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

صحبت بہت ہی اہم اور ضروری عبادت ہے جس سے تمام عبادتوں میں اخلاص کی جان آجاتی ہے۔

غیبت کرنا

کسی مسلمان کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کرنا یا اس کے تعلق والے مثلاً اولاد یا سواری یا مکان کی برائی کرنا، زبان سے یا ہاتھ کے اشارے سے مثلاً اس کے قد کا چھوٹے ہونے پر اشارہ کرنا یا آنکھ سے اس کے کانا یا نابینا ہونے کی طرف اشارہ کرنا یا کمر جھکا کر اس کے کبڑے پن کو ظاہر کرنا یا لنگڑا کر چل کر اس کے لنگڑے ہونے پر اشارہ کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اس کو برا اور ناگوار معلوم ہو، بس جب کسی کے بارے میں کوئی بات کرے، تو یہ سوچ لے کہ وہ بھی اگر یہاں موجود ہو تو اس کو میری یہ بات اچھی لگے گی یا بری لگے گی؟ اگر دل کہے کہ بری لگے گی تو غیبت ہے اگرچہ یہ بات سچ ہی ہو اور اگر سچ نہ ہو تو اس کا نام بہتان لگانا ہے اور یہ بھی حرام ہے۔

بعض لوگ کسی کے مکان کا یا اس کی سواری کا یا اس کے بیوی بچوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں، جس کا تعلق خاص ہونے سے اگر وہ ہو تو اس کو برا معلوم ہو یہ بھی غیبت ہے۔ البتہ اصلاحِ حال کی نیت سے اولاد کی بات ماں باپ کو یا شاگرد کی بات استاد کو یا مرید کی بات پیر کو بتانا غیبت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی سے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ معلوم ہو، تو اس نیت سے بتا دینا کہ وہ نقصان سے محفوظ ہو جاوے ضروری ہے اور مسلمان بھائی کی خیر خواہی میں داخل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ غیبت زنا سے بھی اشّد ہے،[۳۶] جس کی وجہ علمائے کرام نے یہ لکھی ہے کہ زنا حقوقِ الٰہیہ سے ہے، اگر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور معافی مانگ لے تو اُمید معافی کی ہے، لیکن غیبت بندوں کا حق ہے جب تک وہ بندہ نہ معاف کرے گا معاف نہ ہوگا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غیبت عداوت کا باپ بھی ہے اور بیٹا بھی ہے، یعنی کبھی غیبت کرنے سے عداوت و نفرت پیدا ہوتی ہے اور کبھی عداوت پہلے ہوتی ہے پھر غیبت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، پس جس کا نسب اس قدر بیہودہ ہو کہ خود ہی باپ ہو خود ہی بیٹا ہو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ گناہ کس قدر بدترین ہے۔ غیبت سے آج کل شاید ہی کوئی مجلس خالی ہو، عوام تو عوام افسوس کہ علماء اور خواص بھی مبتلا ہیں، اس لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گناہ کو ترک کرنے کا بہت اہتمام سے بیان فرمایا ہے، اگر توفیق

۳۶؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲/۹۵،(۱۸۱۴)، مکتبۃ العلم الحدیث

ہو جاوے تو جس کی غیبت کی ہے اس سے معاف کرا لے، لیکن اگر اس کو ابھی غیبت کی اطلاع نہیں ہے اور معافی مانگنے سے اس اطلاع ہونے کے سبب اس کو رنج و غم پہنچنے کا اندیشہ ہو اور دل میں کدورت اور نفرت کا اندیشہ ہو، تو سچی نیت سے عہد کرے کہ اب کبھی غیبت نہ کروں گا اور اس کی تعریف کیا کرے، خصوصاً جن لوگوں کے درمیان غیبت کی ہے ان سے اس کی تعریف کرے اور اس کی غیبت کرنے کی اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور اس کے لیے دعا کیا کرے اور کچھ تلاوت کرکے یا کم از کم تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر کافی دنوں تک ہر روز ان لوگوں کو ثواب بخش دیا کریں جن کی غیبت کی ہے، امید ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ ان لوگوں سے اس کی یہ خطا معاف کرادیں گے اور خود بھی وہ لوگ جب اپنے نامۂ اعمال میں اس کا بخشا ہوا ثواب دیکھیں گے تو رحم آوے گا اور معاف کر دیں گے، لیکن ایصالِ ثواب کو غیبت کا بہانہ نہ بناوے، اللہ تعالیٰ دلوں کی نیت کو خوب جانتے ہیں، بعض وقت مقبول بندوں کی غیبت سے خاتمہ بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ کون وہاں مقبول ہے، بعض وقت دیکھنے میں آدمی عام معمولی سا مسلمان معلوم ہوتا ہے، مگر اس کے تنہائی کے بعض اعمال عند اللہ اس کے درجے کو بہت بلند کر دیتے ہیں، اسی طرح اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے، بہت سے پیدل قیامت کے دن سوار اور یہاں کے بعض سوار وہاں کے پیدل نظر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکرام مسلم کی اور غیبت سے احتیاط کی توفیق بخشیں، آمین۔

غیبت کی بیماری عموماً بد گمانی اور تکبر سے پیدا ہوتی ہے، ورنہ جس کو اپنی فکر زیادہ ہوتی ہے وہ دوسروں کے عیوب پر نظر نہیں کرتا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو اپنی بد حالی اہم معلوم ہوتی ہے، وہ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے بارے میں اتنا ڈرتا ہے کہ وہ اپنے کو مسلمانوں سے کیا کافروں سے، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر سمجھتا ہے حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ازیں بر ملائک شرف داشتند

کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اللہ والے اپنے کو خوفِ انجامِ محشر سے اس قدر برا سمجھتے ہیں کہ کتّے سے بھی اپنے کو بہتر نہیں سمجھتے، کیوں کہ جس کا خاتمہ خراب ہو گا تو واقعی اس سے تو کتّے اور سور بھی اچھے ہیں کہ ان کو جہنم کی سزا تو نہیں ہے اور اسی عبدیت اور فنائیت کے سبب وہ فرشتوں سے عزت میں بڑھ جاتے ہیں، کیوں کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ذلت اور عبدیت اور فنائیت مطلوب ہے، وہاں زور کا کام

نہیں زاری سے کام بنتا ہے اور یہی سلوک اور تصوف بلکہ انسانیت کا حاصل ہے، جس کو ایسی تواضع حاصل ہوگئی وہ ہر مخلوق پر شفقت کرتا ہے اور کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا اور نہ انتقام لیتا ہے۔ علامہ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو جذبۂ انتقام سے مغلوب ہو کر انتقام لیتا ہے وہ ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو حلیم ہوتا ہے اور ایذا دینے والوں کے حق میں دعا گو رہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا عجیب شعر ہے ؂

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

بعض لوگ اشراق اور اوابین اور ذکر و مراقبہ اور تسبیحات میں بہت آگے ہوتے ہیں مگر کسی سے ان کو اگر اذیت پہنچ جائے یا خلافِ طبع بات کسی سے پیش آجائے، تو تسبیح جیب میں رکھ کر بدزبانی، بدکلامی میں مبتلا ہوجاتے ہیں پھر وہ نہیں دیکھتے کہ ہم کس سے مخاطب ہیں، یہ ہمارے بڑے ہیں یا چھوٹے، ماں باپ ہوں یا استاد یا شیخ سب بھول جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ گھڑی میں اولیاء گھڑی میں بھوت۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اور غصّہ کا ہر وقت جس کو دھیان رہتا ہے وہ اپنا غصّہ بھول جاتا ہے اور غصّہ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا نفس کے مٹانے کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصّہ ایمان لانے سے پہلے اسلام کے خلاف تھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور فیضانِ صحبت سے پھر کفار و مشرکین کے لیے ہوگیا۔ پس آج بھی جن کے غصّہ کی اصلاح ہوجاتی ہے وہ اپنے کو نافرمانی سے بچانے کے لیے اپنے نفس پر غصّہ کرتے ہیں اور اپنی معافی خدا تعالیٰ سے لینے کے لیے مخلوق الٰہیہ کی خطاؤں کو معاف کردیتے ہیں اور مخلوق خدا پر شفقت و رحمت کرتے ہیں اور بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت اور علماء کے اکرام کی حدیث پر اہتمام سے عمل کے لیے اپنے نفس کو مجبور کرتے ہیں، یہاں تک کہ کچھ دن مشقت کے ساتھ عمل کرنے کی برکت سے پھر طبیعت اور عادت بن جاتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھانسی کے ملزم کو معمولی مقدمہ والوں کی غیبت کرتے نہ دیکھا ہوگا اور کوڑھ کے مرض والے کو زکام والے پر ہنستے نہ دیکھا ہوگا، پس قیامت کی ہولناک پیشی اور انجام پر نظر رکھنے والے دوسروں پر ہنسا نہیں کرتے، نہ غیبت کی انہیں فرصت نہ ہمت۔ احقر کا شعر ہے ؂

نامناسب ہے اے دلِ ناداں
اک جذامی ہنسے زکامی پر

کذب یعنی جھوٹ بولنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچ بولنے کے پابند رہو، سچ بولنا نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور سچ اور نیکی دونوں جنت میں لے جاتے ہیں اور جھوٹ بولنے سے بچا کرو، کیوں کہ جھوٹ برائی کی راہ دکھاتا ہے اور جھوٹ اور برائی دونوں دوزخ میں لے جاتے ہیں۔[۳۷]

نوٹ: بعض لوگ کسی کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں، ایسے لوگ دوسروں کو ہنسانے کے لیے اپنے لیے رونے کا انتظام کررہے ہیں۔

گالی بکنا

بعض خاصے پڑھے لکھے حضرات اور ذکر و فکر اور عبادت کرنے والے حضرات بھی جب غصّہ میں آتے ہیں تو زبان سے گالی بک جاتے ہیں۔ گالی بکنا تو شرافتِ طبعی اور حیا و شرم کے بھی خلاف ہے۔ سوچنا چاہیے کہ جس منہ سے ہم تلاوت کرتے ہیں، جس منہ سے درود شریف پڑھتے ہیں، جس منہ سے ہم اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیتے ہیں اسی منہ سے ناپاک کلمات نکالتے ہیں۔ کسی نیک اور صالح اور شریف انسان کو یہ عادت زیب نہیں دیتی۔ یہ بیماری عموماً غصّہ سے مغلوب ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے، لہٰذا غصّہ کا جو علاج ہے وہی اس بیماری کا علاج ہے۔ ہمت سے کام لے اور اپنی ذلت سے بچاؤ اور حفاظت کو سوچے اور اللہ تعالیٰ کے سننے کا خیال جمائے کہ میری یہ بے ہودہ باتیں اللہ تعالیٰ بھی سن رہے ہیں۔ جس پر بے جا غصّہ کرے یا بد کلامی اور گالی نکلے اس کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگے، خواہ نفس کو کتنی ہی ذلت ہو اور سوچے کہ یہاں کی یہ تکلیف دوزخ کی تکلیف سے کم ہے اور اس قسم کی ہر غلطی پر کچھ مال بھی خیرات کرے، تاکہ نفس کو صدمہ پہنچے اور کچھ نفل نماز کا جرمانہ بھی اپنے نفس پر لازم کرے اور اچھے اور شریف انسانوں میں رہے جو گالی نہیں بکا کرتے اور گڑگڑا کر اصلاح کی دعا بھی کرتا رہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہمت اور دعا کی برکت سے یہ بیماری چلی جاوے گی۔

خشک مزاجی اور روکھاپن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی

---

[۳۷] جامع الترمذی: ۱۸/۲، باب ماجاء فی الصدق والکذب، ایچ ایم سعید

پر ایسی نعمتیں دیتے ہیں کہ سخت مزاجی پر نہیں دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم رہا۔[۳۸]

لوگوں کی خطاؤں کو معاف نہ کرنا

یہ بھی خشک مزاجی اور دل کی سختی کی علامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے سامنے عذر کرے اور وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے، تو ایسا شخص میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ آوے گا۔[۳۹] یعنی اگر تمہارا قصور کرے اور پھر وہ معاف کراوے تو معاف کر دینا چاہیے۔

بولنا چھوڑنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان بھائی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے، جو تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے اور اسی حالت میں مر جائے وہ دوزخ میں جائے گا۔[۴۰] مطلب یہ کہ جب کسی دنیاوی وجہ سے بولنا چھوڑ دے۔

وعدہ اور امانت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔[۴۱]

یہ اہم اہم اخلاقِ رذیلہ بیان کیے گئے ہیں۔ ان باتوں سے احتیاط کی توفیق سے ان شاء اللہ ساری ہی رذائل اور برائیوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

شیخ سے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم ارشاد

اگر ایک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقادی سے کافی مدت تک رہا، مگر اس کی صحبت

۳۹؎ سنن ابی داؤد: ۳۰۶/۲، باب فی الرفق، ایچ ایم سعید
۴۰؎ کنز العمال: ۳۱۷/۵، (۱۳۰۱۲)، باب فی انواع الحدود، مؤسسۃ الرسالۃ
۴۰؎ کنز العمال: ۳۳/۹، (۲۷۴۹۵)، کتاب الصحبۃ، مؤسسۃ الرسالۃ
۴۱؎ شعب الایمان: ۱۹۶/۶، (۴۰۴۵)، باب الایفاء بالعقود، مکتبۃ الرشد

سے کچھ اثر نہ محسوس کیا تو دوسری جگہ اپنا مقصد تلاش کرے، کیوں کہ مقصودِ اصلی حق تعالیٰ کی ذات ہے نہ کہ پیر، لیکن شیخ اوّل سے بد اعتقاد نہ ہو، ممکن ہے کہ وہ کامل اور مکمل ہو مگر اس کا حصہ یہاں مقدر نہ تھا۔ اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصولِ مقصود ہو گیا یا شیخ مریدوں کو وقت نہیں دیتا تب بھی دوسری جگہ تلاش کرے، یہ خیال نہ کرے کہ دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے، شیخ کی قبر سے فیض حاصل ہو جاوے گا؟ کیوں کہ قبر سے تعلیم اور اصلاح کا فیض نہیں ہوتا صرف صاحبِ نسبت کو احوال کی ترقی ہوتی ہے۔

تنبیہ: لیکن محض ہوس اور طمع کے سبب یا بدگمانی کے سبب یا شیخ کی سختی اور ڈانٹ کے سبب شیخ کو چھوڑنا سخت محرومی ہے اور اس سے قطع نسبت کا خطرہ ہوتا ہے اور ایسا آدمی ہرجائی مشہور ہو جاتا ہے اور طریق کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم اور تواضع و عبدیت عطا فرمائیں، آمین۔

شیخ چوں کہ خلیفۂ کامل اور نائبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، لہٰذا اس کی محبت اور ادب کا بہت اہتمام سے لحاظ رکھے اور یہ گمان رکھے کہ میرے حق میں میرے مرشد سے بہتر کوئی اور نفع پہنچانے والا نہیں ہے۔ یہ ارشاد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا ہے۔

آخر میں حاصلِ طریق عرض کرتا ہوں کہ جس نے اپنے نفس کو نہ مٹایا اس نے کچھ نہ حاصل کیا، اپنے کو مٹا کر خاکساری اور تواضع سے رہے، اسی سے دونوں جہاں میں عزت ملتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جاہ اور عزت والے تھے پھر بھی اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرتے ہیں ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجیے مٹا دیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اپنے فضل سے قبول و نافع فرمائیں، آمین۔ قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی اور سب قارئین کو بھی توفیقِ عمل بخشیں، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بِحَقِّ رَحْمَتِکَ وَرَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ
صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

راقم الحروف احقر محمد اختؔر عفا اللہ تعالیٰ عنہٗ۔ ۶/ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے وزنی عمل اچھے اخلاق ہوں گے۔ اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف ظاہری یا باطنی، سامنے یا پیٹھ پیچھے نہ پہنچے۔ اچھے اخلاق کی وہ صفات جن کو اپنانا چاہیے چند یہ ہیں، فرائض وواجبات ادا کرنا، سنتوں پر عمل کرنا، سچ بولنا، سخاوت کرنا، سب کو اپنے سے بہتر سمجھنا، عاجزی اور انکساری اختیار کرنا، وعدہ پورا کرنا، اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا اور اس کے لیے بزرگوں کے پاس جانا اور ان کی دینی مجالس میں بیٹھنا وغیرہ اور وہ بری باتیں جن سے بچنا چاہیے ان میں سے چند یہ ہیں، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا، بدنظری کرنا، دھوکہ دینا، وعدہ خلافی کرنا، بددیانتی کرنا وغیرہ۔

زیرِ نظر رسالہ ''اصلاحِ اخلاق'' شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ حضرت اقدس نے اس رسالے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں برے اخلاق سے بچنے اور اچھے اخلاق حاصل کرنے کے نسخے بیان فرمائے ہیں۔ اس رسالے کے مطالعے سے ہر شخص کو اخلاق کے باب میں اپنی کمی اور خامی کا علم ہوتا ہے اور اس کو دور کرنے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری

AT001